رجسٹرڈ ایل نمبر ۳۲۹۸

THE ALHAKAM WEEKLY, QADIAN.

بخرام کہ وقت تو نزدیک رسید و پائے محمدیاں بر منار بلند تر محکم افتاد (الہام مسیح موعود علیہ السلام)

اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِہِمْ

سلسلہ عالیہ احمدیہ کا سب سے پہلا مشہور و معروف اخبار جس کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنا ایک بازو قرار دیا

الحکم

دورِ جدید

بیا در بزم مستاں تا بہ بینی عالمے دیگر
بہشتے دیگر و ابلیس دیگر آدمے دیگر

چہ گویم با تو گر آئی چہا در قادیاں بینی
دوا بینی شفا بینی غرض دار الاماں بینی

مدیر اعلیٰ
شیخ یعقوب علی تراب
احمدی عرفانی

مدیر مسئول
شیخ محمود احمد عرفانی
مجاہد مصری

چندہ

والیان ریاست سے	ما ر
امراء و رؤساء سے	صہ ر
معاونین سے	عہ ر
عوام سے	عمہ ر
ممالک غیر سے	۱۲ ار

مدینۃ المسیح
قادیان دار الامان سے ہر مہینہ کی ۷ر ۱۴ر ۲۱ر ۲۸ر تاریخ کو
خدا کے فضل
اور
رحم کے ساتھ
شائع ہوتا ہے

جلد ۳۷ | ۲۱ر اکتوبر ۱۹۳۴ء مطابق ۱۲ر رجب المرجب ۱۳۵۳ھ یوم یکشنبہ | نمبر ۳۸

الحکم کے اجراء پر

حضرت خلیفۃ المسیح والمہدی ایدہ اللہ بنصرہ کا اظہار مسرت بذریعہ مکتوب مبارک

مکرمی شیخ صاحب! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مجھے یہ معلوم کر کے بہت خوشی ہوئی ہے کہ آپ الحکم کو پھر جاری کرنے لگے ہیں۔ اللہ تعالیٰ برکت دے اور ارادہ کی تکمیل کے سامان پیدا کر دے۔ (آمین ثم آمین)

الحکم سلسلہ کا سب سے پہلا اخبار ہے۔ اور جو موقع خدمت کا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں اسے اور بدر کو ملا ہے وہ کروڑوں روپیہ صرف کر کے بھی اور کسی اخبار کو نہیں مل سکتا میں کہتا ہوں کہ الحکم ظاہری صورت میں زندہ رہے یا نہ رہے لیکن اس کا نام ہمیشہ کے لئے زندہ ہے۔ سلسلہ کا کوئی مہتم بالشان کام اس کا ذکر کئے بغیر نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ وہ تاریخ سلسلہ کا حامل ہے۔ لیکن دل یہی چاہتا ہے کہ الحکم جس کا نام ہی بتا رہا ہے کہ ابتدائے ایام سے سلسلہ کے افراد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا کیا درجہ سمجھتے تھے۔ اپنی ظاہری صورت میں بھی زندہ رہے۔

اللہ تعالیٰ آپ کو اور آپکی نسل کو اس کی خدمت کی توفیق دیتا رہے۔ اللّٰھم آمین

خاکسار

مرزا محمود احمد

(خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز)

دار الامان کا ہفتہ

حضرت اقدس خلیفۃ المسیح والمہدی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اور تمام خاندان نبوت اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے بخیریت ہیں

۱۳ر اکتوبر کو جناب چودھری ظفر اللہ خان صاحب کے وائسرائے ہند کی انتظامی کونسل کے رکن ہونے کی تقریب میں ایک جلسہ جماعت احمدیہ قادیان کی طرف سے زیر صدارت شیخ محمود احمد عرفانی منعقد ہوا۔ مولانا عبد الرحیم صاحب نیر نے ایک لطیف تقریر کی۔ اور آخر میں ایک ریزولیوشن گورنمنٹ کے شکریہ کا۔ اور دوسرا ریزولیوشن چودھری صاحب کو مبارکباد کا پیش کیا جو باتفاق رائے پاس ہوئے تیسرا ریزولیوشن شیخ محمود احمد نے پیش کیا کہ ان ریزولیوشنوں کی کاپیاں اعلیٰ حکام اور چودھری صاحب اور مقامی اور دیگر اسلامی اخبارات کو بھیجی جائیں۔ یہ ریزولیوشن بھی باتفاق رائے پیش ہوا

اسکے علاوہ ایک نظم اختر صاحب نے پڑھی جو الحکم کے اگلے نمبر میں شائع کردی جائے گی۔

خانصاحب فرزند علی خان صاحب ناظر امور عامہ اپنے صاحبزادہ مولوی محبوب عالم کی دولہن کو بخیریت گوجرانوالہ سے لے کر واپس آ گئے۔ اللہ تعالیٰ اس تعلق کو مبارک کرے

رخصتانہ جناب میجر ڈاکٹر سید حبیب اللہ شاہ صاحب سپرنٹنڈنٹ جیل راولپنڈی کی دختر بلند اختر کی تقریب رخصتانہ ۱۵ر اکتوبر ۱۹۳۴ء کو تھی۔ یہ شادی حضرت میر حامد شاہ صاحب رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے سید عبد الجلیل صاحب سے کچھ عرصہ ہوا ہوئی تھی۔ برات سیالکوٹ سے آئی ہوئی تھی۔

اس تقریب پر بہت سے احباب کو حضرت اقدس کی کوٹھی دار الحمد میں شرکت دعا کے لئے مدعو کیا تھا۔ اور مستورات سید زین العابدین صاحب کی کوٹھی پر جمع ہوئی تھیں۔ اور دونوں جگہ اس تقریب کی خوشی میں ٹی پارٹیاں ہوئیں اور دعا کے ساتھ یہ تقریب سعید عمل میں آئی ہم بھی دعا کرتے ہیں کہ یہ تعلق بابرکت ہو۔ آمین

فیروز پور میں کیپٹن خلیفہ ڈاکٹر تقی الدین صاحب کے ہاں پہلا فرزند ارجمند پیدا ہوا۔ اس تقریب پر حضرت اقدس بذریعہ موٹر فیروز پور تشریف لے گئے۔ آپ کے بعد مقامی امیر حضرت مولوی سید سرور شاہ تھے۔

احراری جلسہ کی وجہ سے پولیس کثرت سے آ رہی ہے اور اعلیٰ افسران کے قیام کا بھی انتظام ہو رہا ہے سپرنٹنڈنٹ صاحب پولیس خود قادیان میں ۱۹ لغایت ۲۴ قیام کریں گے۔

۱۸ر اکتوبر بعد نماز عشا مسجد نور میں حضرت نیر صاحب نے ایک پُر مغز تقریر فرمائی۔ جس سے سامعین بہت محظوظ ہوئے۔

بزم احمدیہ کا جلسہ بزم احمدی نوجوانوں کی ایک انجمن ہے جس کے سیکرٹری محمد اسمٰعیل صاحب ذبیح ہیں۔ اس انجمن کا ایک جلسہ ۲۰ر اکتوبر کو ہوا۔ اور چودھری ظفر اللہ خان کو مبارکباد کا ریزولیوشن پاس کیا گیا۔

(اللہ بخش سٹیم پریس قادیان میں باہتمام شیخ محمود احمد عرفانی پرنٹر و پبلشر چھپ کر دفتر اخبار الحکم واقع تراب منزل قادیان سے شائع ہوا)

انصار الحکم کا اپنا صفحہ

یادِ ایّام

اللہ اللہ زمانہ بھی کتنا تیز پرواز ہے۔ کل کی بات معلوم ہوتی ہے۔ لیکن درحقیقت اب سے چالیس سال پہلے کا ذکر ہے۔ موعود قادیان جری اللہ فی حلل الانبیاء سیدنا حضرت مسیح موعود و مہدی معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دعوے کا ابتدائی زمانہ تھا۔ سلسلہ کی حالت ابھی دودھ پیتے بچے کی طرح کمزوری اور ناتوانی کی حالت تھی۔ نہ کوئی ہفتہ وار اخبار سلسلہ کی طرف سے جاری تھا نہ کوئی ماہوار رسالہ۔ خبر رسانی کا ذریعہ صرف وہ مکتوبات ہی تھے۔ جن کے ارسال کرنے کی خدمت پر مخدوم الملۃ حضرت مولانا عبدالکریم رضی اللہ عنہ مامور تھے۔ دور افتادہ روحیں اپنے محبوب و مطاع علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کلمات طیبات سننے کے لئے حد سے زیادہ مضطرب رہتی تھیں۔ اس زمانے کی حالت کے لحاظ سے یہ بہت بڑی بات تھی۔ کہ ہفتہ وار خبریں ذرا زیادہ تفصیل سے پہنچ جایا کریں اور چونکہ بعض بعض شہروں سے اردو کے جو خال خال اخبار جاری تھے۔ وہ بھی ہفتہ وار ہی تھے۔ اس لئے بلحاظ حالت دور افتادہ لوگوں کی زیادہ سے زیادہ یہی تمنا ہوسکتی تھی کہ سلسلہ کا ایک ہفتہ وار اخبار ہوتا۔ چنانچہ ان بے چین روحوں میں سے اس ایک خاکسار عرفانی کی روح تھی۔ میرے عرائض کا جواب چونکہ زیادہ تر حضرت مخدوم الملۃ کے قلم حقیقت رقم سے ملا کرتا تھا۔ اس لئے ان سے بمقابلہ دوسرے بزرگان سلسلہ کے زیادہ نیاز مندی حاصل تھی۔

معلوم نہیں یہ خیال صحیح ہے یا نہیں۔ لیکن میرا خیال ہے کہ دور افتادگان آستانہ مہدویت میں سے جس نے یہ تحریری درخواست حضرت مخدوم الملۃ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ارسال کی وہ یہ خاکسار ہی تھا کہ ہمارا ایک ہفتہ وار اخبار ہوتا تا ہم دور افتادہ خدام اخبار و حالات سے ہفتہ میں ایک بار تو واقف ہو جایا کرتے۔ غالباً آخر ۱۸۹۶ء میں حضرت مولانا موصوف کی طرف سے جواب ملا کہ اللہ تعالیٰ سے عرض کرنی چاہیئے اور اس کے حبیب حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم پر بکثرت درود بھیجنے کے ساتھ عرض کرنی چاہیئے۔ وہ کوئی سامان پیدا کر دے گا۔ میں نے اللہ تعالیٰ سے توفیق پا کر اسی پر عمل شروع کر دیا۔ ابھی کوئی زیادہ مدت نہ گزری تھی حضرت مولانا رضی اللہ عنہ کی طرف سے مژدہ پہنچا کہ خدا نے تمہاری تمنا بر لانے کے سامان پیدا کر دیئے ہیں۔ شیخ یعقوب علی صاحب عنقریب امرتسر سے ایک اخبار نکالنے والے ہیں جس کا نام الحکم ہوگا۔ میں نے بڑی مسرت کے ساتھ یہ خبر سنی اور دل شکر الٰہی کے جوش سے بھر گیا۔ اور میری روح فرط انبساط سے درگاہ الٰہی میں جھک گئی۔

اخی المکرم شیخ یعقوب علی صاحب سے میں ناواقف نہ تھا۔ ۱۸۹۶ء کے جلسہ اعظم مذاہب کے دوران میں غالباً جناب خلیفہ عمادالدین صاحب برادر مکرم حضرت خلیفہ رشیدالدین صاحب رضی اللہ عنہ کے مکان واقع لاہور میں یا اس کے قریب کسی دوسری جگہ میں نے ایک جلد جلد باتیں کرنے والے نوجوان کو جو سبز عمامہ باندھے ہوئے تھے دیکھا تھا۔ یہی اس زمانہ کے بے ریش جوان شیخ یعقوب علی تھے جو آجکل کے سفید ریش بزرگ شیخ یعقوب علی صاحب تراب عرفانی ہیں اور چھوٹی بڑی بہت سی قیمتی کتب کے مصنف ہونے کے علاوہ تاریخ سلسلہ عالیہ احمدیہ کا ایک عظیم الشان و بیش بہا خزانہ اپنے سینے میں محفوظ رکھتے ہیں اور اگر میں غلطی نہیں کرتا تو وہ اس امر میں آپ ہی اپنا جواب ہیں۔

ہاں تو کچھ دنوں کے بعد مراد پوری ہوئی۔ دلی تمنا بر آئی یعنی امرتسر سے الحکم جاری ہوا۔ اور پہنچا اور باعث مسرت بھی بنا۔ لیکن انسان بڑا ہی حریص ہے ایک تمنا کے پورے ہونے کا پورا پورا لطف نہیں اٹھانے پاتا کہ دوسری تمنا شروع کر دیتا ہے۔ اب یہ تمنا شروع ہوگئی کہ اخبار نکلا تو مگر امرتسر سے نکلا۔ حالانکہ اسے دارالامان سے نکلنا چاہیئے تھا۔ اللہ تعالیٰ کی بندہ نوازیاں ہیں کہ یہ تمنا بھی اس نے جلدی پوری کر دی اور ۱۸۹۶ء سے الحکم سلسلہ عالیہ احمدیہ کے مرکز دارالامان قادیان سے نکلنے لگا۔ اور حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تازہ کلمات طیبات دور افتادہ شیدائیوں کو الحکم کے ذریعہ تفصیل کے ساتھ پہنچنے لگے اور رفتہ رفتہ اس کی خدمات کا دائرہ یہاں تک وسیع ہوا کہ خدا تعالیٰ کے مامور و مرسل نے **الحکم کو اپنا بازو فرمایا**۔ اللہ اکبر کیا رتبہ ہے اس شخص کا جس کے تیار کئے ہوئے اخبار کو خود فرستادہ اور خدا کا مامور جری اللہ فی حلل الانبیاء اپنا بازو قرار دے یہ وہ بات ہے جو اب کسی طرح بھی کسی کو حاصل نہیں ہوسکتی۔ اور کسی چیز کے خرچ کرنے پر بھی کوئی اس کو نہیں پا سکتا۔ زمانہ جس قدر آگے بڑھتا جائے گا۔ اس عزت افزائی کی قدر و منزلت ترقی کرتی جائے گی۔ اور ایک وقت آئیگا کہ بادشاہان روئے زمین کو حسرت ہوگی کہ کاش ہم کو اس خدمت کا موقع ملا ہوتا۔ اور ہمارے حق میں یہ الفاظ حضرت مسیح موعود و مہدی مسعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زبان حق ترجمان سے نکلے ہوتے۔ اور یہ امر اخی المکرم حضرت شیخ صاحب سلمہ کے لئے توشہ آخرت بننے کے علاوہ آپکی آئندہ نسلوں کے لئے باعث عزت اور موجب فخر ہوگا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

الحکم مدتوں سے روپوش تھا۔ اور اس کی یہ حالت سب پر اور خصوصاً سلسلہ سے دیرینہ تعلق رکھنے والوں پر نہایت شاق تھی۔ الحمدللہ کہ وہ اب پھر رونما ہونے لگا ہے اور امید ہے کہ اس کی جلوہ نمائی کے شائق پوری کوشش کریں گے کہ وہ دن دونی رات چوگنی ترقیوں کے ساتھ برابر جلوہ نما ہوتا رہے۔

جہاں تک مجھے یاد ہے کہ الحکم میں میری تحریروں کی اشاعت کا آغاز اس قصیدہ کے ایک حصہ سے ہوا ہے۔ جو میں نے اپنے نہایت ہی مہربان بزرگ مخدوم الملۃ حضرت مولانا عبدالکریم رضی اللہ عنہ کی فرمائش سے ۱۸۹۵ء میں لکھا تھا۔ اور یہ فرمائش مجھے مخدومی حضرت حاجی فضل حسین صاحب شاہجہانپوری مہاجر دارالامان رضی اللہ عنہ کی تحریک کے ذریعہ پہنچی تھی۔ جو مقبرہ بہشتی کے احاطہ خاص میں استراحت فرما رہے ہیں۔ نور اللہ مرقدہٗ۔

(مختار شاہجہانپوری)

الحکم:- مخدومی حضرت مختار نے ۳۸ برس پیشتر کا ایک نظارہ پیش کر کے اس عہد کی یاد کو تازہ کر دیا **جلسہ مہوتسو** کی رپورٹ جو اسوقت خواجہ صاحب مکرم نے شائع کی تھی۔ اکثر تقریریں خاکسار عرفانی کی لکھی ہوئی ہیں۔ جو اسوقت جماعت میں تراب کے نام سے موسوم تھا۔ حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ (جو اسوقت ہمارے مکرم و معظم بھائی تھے) کی تقریر جو خاتمہ کی تقریر تھی اور حضرت حکیم الامۃ نے سورہ الناس پڑھ کر فرمائی تھی وہ بھی میں نے لکھی تھی۔ غرض جو تقریریں لکھی ہوئی تھیں پڑھی گئیں۔ بلکہ وقتی تقریریں تھیں ان کو قلمبند کرنے کی توفیق خاکسار عرفانی ہی کو عطا ہوئی تھی والحمدللہ علیٰ ذالک

بچے کا نام

حضرت اقدس نے میرے لڑکے کا نام

رفیق احمد

تجویز فرمایا ہے۔ احباب سے درخواست ہے کہ دعا فرمائیں کہ وہ اسم بامسمیٰ ہو۔ اور صحیح معنوں میں رفیق احمد کہلائے۔ (آمین)

(محمود احمد عرفانی)

درخواست دعا

عاجز کی لڑکی امۃ الکریم عرصہ دو ماہ سے بعارضہ بخار بیمار ہے اس کی صحت کاملہ اور عاجز کے حل مشکلات کے لئے احباب دعا فرمائیں

(خاکسار:- عبدالکریم احمدی عفا اللہ عنہ از کراچی)

مکتوبات احمدیہ

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مکتوبات جلد ۶ نمبر اول زیر طبع ہے۔ امید کی جاتی ہے کہ انشاء اللہ اس ماہ کے آخر تک چھپ کر مکمل ہو جائے گی۔ اس کی قیمت بھی حسب معمول صرف ایک روپیہ ہے۔ چونکہ بہت تھوڑی تعداد میں چھپ رہی ہے۔ اسلئے احباب جلد آرڈر دیں۔

تمام خط و کتابت پتہ ذیل پر فرمایئے۔

الحکم بکڈپو قادیان دارالامان

سیرۃ المہدی کا ایک ورق

حضرت شیخ فیاض علی صاحب کی زبانی

حضرت شیخ فیاض علی صاحب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بہت پرانے صحابیوں میں سے ہیں۔ ان کا اصل تعلق کپورتھلہ کی جماعت سے ہے آجکل قصبہ سراوہ ضلع میرٹھ میں مقیم ہیں۔ آپنے ۱۸۸۶ء میں یعنی دعوے مسیحیت سے دو سال قبل حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔ اسوقت آپ کی عمر ۸۰ سال کی ہے۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی عمر میں برکت دے۔ اور ان سے اخبار کے ذریعہ استدعا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سیرت کے متعلق جو کچھ بھی ان کو علم ہے۔ وہ لکھ کر ارسال فرماویں یا اگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مکتوبات ان کے پاس ہوں تو ان کی نقل بھجوا دیں۔ تا آنے والی نسلوں کے لئے ایک ذخیرہ ہو سکے۔

آپنے ایک قیمتی مضمون جس میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سیرت پر مختلف پہلوؤں سے روشنی پڑتی ہے۔ اور جو حالات انھوں نے لکھ کر ارسال فرمائے ہیں وہ بہت ہی ایمان افروز ہیں۔ اسلئے انھیں بہت ہی شکریہ کے ساتھ شائع کیا جاتا ہے۔ (ایڈیٹر)

کپورتھلہ میں احمدی جماعت کس طرح قائم ہوئی؟

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ طریق تھا کہ آپ جب کبھی کوئی تبلیغی اشتہار شائع فرماتے۔ تو اسے مشاہیر علماء اور اعلیٰ عہدہ داروں کے نام بذریعہ ڈاک بھیجا کرتے۔

ان دنوں ریاست کپورتھلہ میں حاجی ولی اللہ صاحب جج تھے جن کے نام بھی اشتہارات آیا کرتے تھے۔ اور وہ خود پڑھ کر عصر کے وقت مسجد میں لے آیا کرتے اور جاتے ہوئے وہیں چھوڑ جایا کرتے تھے۔ یہ واقعہ ۱۸۸۴ء کا ہے۔ یہی اشتہارات جماعت کپورتھلہ کے سلسلہ عالیہ احمدیہ میں داخل ہونے کا باعث ہوئے۔

جماعت کپورتھلہ

جماعت کپورتھلہ دنیا میں سب سے پہلی احمدی جماعت ہے۔ اسی جماعت سے چندے کی ابتدا ہوئی۔ جو بہت ہی قلیل تھی۔ اس کی تفصیل ازالہ اوہام میں درج ہے۔ اس چندے کی نسبت فرمایا تھا کہ **چندے کے لاکھوں روپے جمع ہوتے تم دیکھو گے۔ مگر درگاہ الٰہی میں اس چندے کا وزن لاکھوں روپے سے زیادہ ہوگا۔**

مولوی محمد احسن صاحب امروہوی ریاست بھوپال میں ملازم تھے۔ احمدیت کی وجہ سے ان کو ملازمت سے علیحدہ کر دیا گیا۔ تو حضرت اقدس نے کپورتھلہ کی جماعت کو ان کی مدد کی تحریک فرمائی۔ تو جماعت کپورتھلہ مبلغ ۱۰ روپے ماہوار ان کو دیتی رہی۔ جماعت کپورتھلہ کی طرف سے ایک آدمی حضرت اقدس کی خدمت میں حاضر رہا کرتا تھا۔ اس کا کام یہ ہوتا تھا کہ وہ روزمرہ کی ڈائری لکھ کر جماعت کو بھیجا کرے۔ جب جماعت کا اضافہ ہوگیا تو اخبار البدر کے شائع ہونے کی تجویز ہوئی۔ کپورتھلے کی جماعت نے بعض احباب کے اخلاص اور خدمت کو دیکھ کر۔ حضور نے جماعت کپورتھلہ کے متعلق یہ تحریر فرمایا تھا کہ **جماعت کپورتھلہ دنیا میں میرے ساتھ رہی ہے اور قیامت کو بھی میرے ساتھ ہوگی۔**

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعاؤں کی برکت سے جماعت کپورتھلہ پر خدا نے بڑا فضل کیا۔ وہ اپنی نظیر آپ ہے۔ اگر ہر ایک کا مفصل حال لکھوں تو بہت طویل ہو جائے گا۔ امید ہے کہ احباب کپورتھلہ اپنے قلم سے لکھ کر خود بھیجیں گے۔

منشی روڑے خاں صاحب رضی اللہ عنہ عدالت میں تین روپے ماہوار کے مذکوری تھے۔ خدا کے فضل نے ان کو تحصیلداری تک پہنچایا۔ اور تحصیلداری ہی سے پنشن پا کر بقیہ حصہ قادیان میں گذارا۔

منشی ظفر احمد صاحب اسوقت تنگی سے گذارہ کرتے تھے۔ اور عدالت میں اجیر تھے۔ خدا کے فضل نے ان کو چیف کورٹ کی رجسٹراری تک پہنچایا اور وہیں سے پنشن پائی۔

حضرت محمد خاں صاحب رضی اللہ عنہ کی اولاد کے متعلق حضرت اقدس کو الہام ہوا

محمد خاں کی اولاد کے ساتھ نیک سلوک کیا جائیگا

اس الہام کے بعد محمد خان کے خاندان سے جو نیک سلوک ہوا وہ ان کے فرزند عبدالمجید خان صاحب مفصل لکھ کر آپ کی خدمت میں بھیج سکتے ہیں

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وہ نشانات جو میری ذات سے تعلق رکھتے ہیں!

(۱)

میںنے حقہ کیسے چھوڑا

میں حقہ بہت پیا کرتا تھا۔ ایکدفعہ حضرت اقدس کپورتھلہ تشریف لائے۔ جماعت کپورتھلہ ہمرکاب گئی۔ ایک مکان میں حضور نے وعظ فرمایا۔ بہت سی مخلوق جمع ہوگئی تھی اس ضمن میں حقے کا ذکر آگیا۔ حضور نے حقہ کی بہت ہی برائی فرمائی۔ اسی جلسے میں خاکسار نے عرض کیا کہ حضور میں تو حقہ زیادہ پیتا ہوں۔ حتی کہ پاخانے میں بھی ساتھ لے جاتا ہوں۔ وہاں پیتا رہوں تو اچھی طرح اجابت ہوتی ہے۔ حضور دعا فرمائیں تو شاید چھوٹ جائے۔ حضور نے فرمایا کہ **آؤ ابھی دعا کریں**۔ حاضرین سے کہا کہ تم میرے ساتھ آمین آمین کہتے رہنا۔ نصف گھنٹہ میرے واسطے دعا فرمائی۔ اسی رات میںنے خواب میں دیکھا کہ ایک نہایت نفیس اور پُرتکلف حقہ میرے سامنے لایا گیا ہے۔ اسے دیکھ کر میرا دل بہت خوش ہوا۔ جب اس کی نے کو میں منہ سے لگانے لگا تو وہ نے پھن نکال کر ایک سیاہ سانپ بن کو...... میرے سامنے لہرانے لگی۔ اور وہ سانپ میرے کاٹنے کیلئے مجھپر حملہ کرتا تھا۔ اس سے میں بہت خوفزدہ ہوگیا۔ مگر میں نے اس سانپ کو موقعہ پا کر ہلاک کر دیا۔ یہ حضور کی دعا کی قبولیت کا ایک نشان تھا۔ میرے دل پر اس دن سے حقے کی کراہیت پیدا ہوگئی اور میں نے آجتک اسے نہیں پیا۔ مجھ کو حقے سے اسوقت تک اسقدر نفرت ہے کہ شاید سکھ قوم کو بھی ایسی نفرت نہو۔

(۲)

حضرت مسیح موعودؑ کی دعا کا ایک نشان

میں ریاست کپورتھلہ کی ایک پلٹن میں ہیڈ کلرک تھا۔ اور ایک سکھ جس کا نام جوالا سنگھ تھا اس پلٹن کا کرنل تھا۔ اسکو اسلام سے سخت تعصب تھا۔ بالخصوص احمدی جماعت سے۔ مہاراج کے مزاج میں اس کو اسقدر رسوخ تھا کہ مہاراج اس کے مکان پر دعوت پر شریک ہو جایا کرتے تھے۔ کرنل جوالا سنگھ کا بیٹا مہاراج کا ایڈی کانگ تھا۔ اسلئے اسے مہاراج کی خدمت میں حاضر رہنا پڑتا تھا۔ مہاراج کے سلام کے لئے وہی ملازم جا سکتا تھا۔ جس کی تنخواہ ایک سو روپیہ ماہوار سے کم نہ ہو۔ میری تنخواہ ۷۰ روپے ماہوار کی تھی اسلئے میں مہاراج کے سلام کو نہ جا سکتا تھا۔ اور نہ وہ مجھے جانتے تھے۔ کہ فیاض علی میرا ملازم ہے۔ چونکہ کرنل جوالا سنگھ کو مجھ سے ازحد خصومت تھی۔ اور وہ چاہتا تھا کہ مجھے پلٹن سے نکالدے۔ مگر وہ میرا کوئی قصور نہیں دیکھتا تھا۔ اسواسطے مجبور تھا۔ لیکن جب اس سے نہ رہا گیا تو اس نے اپنے بیٹے کے ذریعہ جو مہاراجہ کا ایڈی کانگ تھا بغیر کسی قصور کے میری رپورٹ کر دی کہ مجھ کو فیاض علی کے کام پر کوئی اعتبار نہیں۔ ایک لاکھ روپے کا حساب سالانہ اس کے ہاتھ میں رہتا ہے۔ اس کو پلٹن سے علیحدہ کر دیا جائے اگر اس کو علیحدہ نہ کیا۔ تو میں کسی

حساب کا ذمہ دار نہیں ہوں گا۔ تب مینے ایک درخواست دعا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں بھیجی۔ اور میں نے لکھا کہ خدا بہتر جانتا ہے کہ میں بے قصور ہوں۔ میری موقوفی کے واسطے میرے افسر نے مہاراج کی خدمت میں رپورٹ بھیجی ہے۔ اور میں اس سے ہر وقت خائف رہتا ہوں۔ حضرت اقدس نے اپنے دست مبارک سے لکھ کر بھیجا۔ کہ:۔

"انسان سے خوف کرنا شرک ہے۔ خوف نہ کیا کرو۔ محض خدا سے ڈرنا چاہیئے آپکے لئے دعا کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنا فضل کرے گا۔ ہر ایک نماز کے بعد تینتیس ۳۳ مرتبہ لاحول ولاقوۃ پڑھا کرو اگر زیادہ ہو تو اچھا ہے"

راجہ صاحب نے ابھی کوئی حکم نہیں دیا تھا۔ کہ ایک احمدی بھائی نے خواب میں دیکھا کہ کرنل کی رپورٹ مہاراجہ کے سامنے پیش ہوئی۔ اور مہاراج نے کرنل کی درخواست پر یہ حکم لکھا ہے کہ لکھا دو کرنل کو فیاض علی کو حکماً رکھنا ہوگا۔ بالآخر کرنل کی درخواست پیش ہوئی۔ اور مذکورہ بالا الفاظ ہی مہاراجہ صاحب نے لکھائے۔ کرنل نے مجھ کو پلٹن سے علیحدہ کیا ہوا تھا۔ درخواست کی واپسی پر مجبوراً مجھے گھر سے بلایا اور کام کرنے کو کہا۔ میں انکار کرتا رہا۔ مگر جبراً مجھ سے کام کرایا گیا۔

دوسرا واقعہ

ایک عرصہ کے بعد یہ پلٹن امپیریل سروس ہوگئی۔ نگرانی کے واسطے ایک فوجی انگریز افسر مقرر کیا گیا۔ تھوڑے ہی عرصہ کے بعد اس انگریز کے ہاں لڑکا پیدا ہوا۔ کرنل جوالا سنگھ نے اس تقریب پر پانچسو روپے کے کڑے اس کی میم کو بطریق تحفہ پیش کی۔ جو اس نے منظور کرلی۔ یہ انگریز افسر پلٹن کے معائنہ کے لئے آیا کرتا تھا۔ اس واقعہ کے بعد جب وہ معائنہ کے واسطے آیا۔ تو اس نے دفتر کا بھی معائنہ کیا۔ مگر میں اس روز دفتر میں موجود نہ تھا۔ کرنل نے موقع پاکر میری شکایت کی۔ اور کہا کہ یہ اکثر غیر حاضر رہتا ہے اور مجھے اس کے کام پر اعتبار نہیں۔ اس کو پلٹن سے علیحدہ کر دینا چاہیئے۔ انگریز افسر نے میری موقوفی کا نوٹ اپنی پاکٹ بک میں بطور یادداشت لکھ لیا۔ دوسرے دن جب میں دفتر آیا تو دوسرے دوستوں کی زبانی یہ واقعات مجھ کو معلوم ہوئے اور میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فرمانے کے مطابق بدستور لاحول پڑھتا رہا۔ مجھے ان دنوں بعض مبشر خوابیں آتی رہیں۔ جن کو لکھ کر میں حضرت اقدس کی خدمت میں بھیجا کرتا تھا۔ کہ کرنل علیحدہ کیا جائے گا۔ اور تو پلٹن میں رہے گا۔ حالانکہ یہ بہت مشکل امر تھا۔ مگر حضرت مسیح موعودؑ کی دعا کی برکت سے کچھ بعید نہ تھا کہ پلٹن کا کرنل اپنے عہدے سے الگ کر دیا جائے۔ اور خاکسار بدستور قائم رہے۔

ایک خواب

میں نے دیکھا کہ میں ایک تنگ راستہ پر جا رہا ہوں۔ اس کے ایک طرف سے ایک گائے مجھ پر حملہ آور ہوئی۔ اور دوسری طرف سے ایک سانڈ۔ اور مجھ کو اپنے بچنے کی کوئی صورت نظر نہیں آتی۔ اسوقت محض خدا تعالیٰ کی قدرت سے ایک دروازہ دیوار میں کھل گیا اور میں اس پر چڑھ گیا گائے اور سانڈ دونوں مجھ کو دیکھتے رہ گئے۔ پھر میں نے دیکھا کہ میں ایک برآمدے میں ہوں۔ دوسری طرف ایک آدمی کے پاس کالا سانپ ہے اور سانپ اس سے کھیل رہا ہے اسے دیکھ کر میں نے دل میں خیال کیا کہ اس سانپ میں زہر نہیں جب میری اس سانپ سے چار آنکھیں ہوئیں تو سانپ نے اس آدمی کو تو چھوڑ دیا۔ اور مجھے کاٹنے کو لپکا اور فوراً میرے پیروں میں پہنچ گیا۔ اور چاہتا تھا کہ مجھ کو کاٹے جس پیر کو وہ کاٹنا چاہتا تھا۔ میں اس کو اوپر اٹھا لیتا تھا۔ دیر تک یہی حالت رہی۔ اسی حالت میں خدا تعالیٰ کی قدرت سے چھت پر سے ایک رسی کا جھولا نمودار ہوا۔ اور میں اس پر بیٹھ کر آرام سے جھولنے لگا۔ تب وہ سیاہ سانپ برآمدے سے باہر چلا گیا۔ میرے دل میں ڈالا گیا کہ یہ کالا سانپ میرا دشمن کرنل ہے اور یہ پلٹن سے نکالا جائے گا۔ اور سانپ کا مالک میرے پاس آیا۔ اور کہا کہ سانپ بہت زہریلا ہے کہاں گیا۔ میں نے کہا کہ باہر چلا گیا پھر مینے سانپ کو گنڈے وے (کینچوے) کی شکل میں دیکھا راستے میں پڑا ہے آسمان سے چیل اور کوے اس پر جھپٹا مار رہے ہیں۔ آخر میں ایک گرسل آئی اور اس کو پنجے میں اٹھا کر لے گئی۔ خواب سے بیدار ہونے کے بعد مجھ کو یقین قطعی ہو گیا کہ کرنل عنقریب علیحدہ کر دیا جائے گا۔

الغرض

میں کام سے فارغ ہو کر اس انگریز کے پاس گیا۔ اور اس سے کہا کہ میری ملازمت پلٹن میں بیس سال کی ہے۔ میں نے اس کو اپنی خدمات کی تفصیل سنائی اور اسے کہا کہ مجھے کس قصور میں ملازمت سے علیحدہ کیا جا رہا ہے انگریز افسر نے تھوڑی دیر تامل کرنے کے بعد کہا کہ اچھا ہم نے تمہاری تنخواہ ڈیوڑھی کر دی۔ اور ہماری یہ چٹھی مہاراج کے پاس لے جاؤ۔ اس نے مجھ کو ایک چٹھی لکھدی۔ میں مہاراجہ صاحب کے رشتہ دار کو دے آیا۔ ایک ہفتہ کے اندر اندر مہاراجہ کی طرف سے کرنل کے نام میری ڈیوڑھی تنخواہ کا حکم آگیا۔ کرنل حیران ہو کر رہ گیا۔ کیونکہ اس کی پہلی درخواست پر مہاراجہ صاحب نے لکھا تھا کہ حکماً رکھنا پڑے گا۔ اور دوبارہ موقوفی کی درخواست پر ڈیوڑھی تنخواہ کا حکم پہنچ گیا۔

یہ تھا خدائی تصرف اور میرے آقا کی دعاؤں کا نتیجہ

اور اس کے کچھ عرصہ بعد کرنل پلٹن سے علیحدہ ہو گیا۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے میرے لئے بہت دعائیں فرمائی ہیں۔ ازالہ اوہام اور آئینہ کمالات اسلام میں میرا نام لے کر لکھا ہے کہ خدایا تو فیاض علی کے ساتھ ایسا کیجیو ایسا کیجیو۔ اور جو کچھ خدا تعالیٰ کا اس وقت فضل ہے۔ وہ سب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دعاؤں کا طفیل ہے۔ اور میرے لئے زیادہ سے زیادہ قابل شکر ہے۔ کوئی بات جو آئندہ ہونے والی ہوتی ہے۔ خدا تعالیٰ مجھ کو بغیر میرے ارادے کے بتلا دیتا ہے کہ ایسا ہونے والا ہے۔ اور اس طرح ہو جاتا ہے۔ ایک رؤیا میں مینے اپنے آپ کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ بہشت میں دیکھا۔ حضور نے مہمان نوازی کی خدمت میرے سپرد کر رکھی ہے۔ مختلف دروازوں سے احمدی احباب جوق در جوق بہشت میں داخل ہوتے ہیں۔ اول حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں۔ ان کی نسبت مجھ کو حکم ہوتا ہے کہ انکو کھانا کھلاؤ اور بہشت کی سیر کراؤ۔ بہشت کے پھل خود بھی کھاتا ہوں اور ان کو بھی کھلاتا ہوں

حضرت اقدس نے مجھ کو دنیا اور اولاد کی اصل حقیقت دکھائی۔ جو بہت ہی گھیا ننگ اور قابل نفرت ہے۔ اگر کوئی بھائی اسکو دیکھے تو میں خیال کرتا ہوں کہ دنیا سے اس کی محبت سرد ہو جائے۔ مجھ کو دوزخ بھی دکھایا گیا۔ اور مجرموں کو سزا ہوتے بھی دکھائی گئی جس کے دیکھنے سے خوف طاری ہوتا تھا۔ نیز حضرت مسیح موعودؑ نے مجھ کو حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی زیارت کرائی۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں ایک مجلد قرآن کریم تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام آپکے بائیں ہاتھ پر بیٹھے تھے۔ اور جماعت بیضوی دائرہ کی شکل میں بیٹھی ہوئی تھی۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم جماعت کو درس دے رہے تھے واذکر فی الکتاب ابراہیم کے رکوع کا درس تھا مولانا عبدالرحیم صاحب نیر بھی اس درس میں شامل تھے۔ اور داہنی طرف بیٹھے ہوئے تھے۔

وہ نشانات جو میں نے اپنی آنکھ سے دیکھے

حضرت اقدس جب ہوشیارپور تشریف لے جایا کرتے تھے۔ تو شیخ مہر علی کی کوٹھی پر قیام فرمایا کرتے تھے۔ ایک دفعہ حضرت صاحب نے خواب میں دیکھا کہ شیخ مہر علی صاحب کے بستر کو آگ لگ رہی ہے۔ اور اس کو مینے بجھایا ہے۔ حضور نے شیخ مہر علی صاحب کو خط لکھا کہ مینے ایسا خواب دیکھا ہے بہتر ہو کہ آپ چند روز کے واسطے ہوشیارپور چھوڑ دیں وہ خط ان کے فرزند کو ملا اور اس نے تکیہ کے نیچے رکھدیا۔ اور اپنے والد سے اس خط کا ذکر کرنا بھول گیا۔ تھوڑے عرصہ کے بعد محرم آیا۔ اور تعزیہ کو دیکھنے کے لئے مختلف دیہات کے تماشائی آئے۔ وہاں ہندو مسلمانوں میں فساد ہو گیا۔ بہت سے لوگ زخمی ہو گئے اور کچھ قتل بھی ہوئے۔ تحقیقات پر شیخ مہر علی صاحب سرغنہ قرار پائے بغاوت کے الزام میں انکو سزائے موت دی گئی اور جائیداد کی ضبطی کا حکم ہوا اور نفاذ حکم کے لئے لاہور بھیجے گئے۔ شیخ صاحب کے رشتہ دار دعا کیواسطے حضرت اقدس کی خدمت میں حاضر ہوئے حضور نے فرمایا:۔

دعا کی گئی ہے اللہ تعالیٰ اپنا فضل کرے گا۔

دعا کے بعد شیخ مہر علی صاحب نے جیلخانہ میں ایک خواب دیکھا کہ ایک شیر آیا اور میرے سامنے بیٹھ گیا۔ اور میں اس پر سوار ہو گیا ہوں۔ تب اس شیر نے ایک اقند ماری۔ اور مجھ کو جیل خانے سے باہر لے آیا۔ دعا کے بعد ہی شیخ صاحب کی اپیل لاہور میں پیش ہوئی۔ اور وہ عزت کے ساتھ بری کر دیئے گئے۔ اور اس تفتیش کے دوران میں شیخ صاحب کے مکان پر پولیس کا پہرا رہا۔ اور چیز باہر سے اندر جاتی تھی اور جو اندر سے باہر آتی اس کی تلاشی لی جاتی۔ حتیٰ کہ خورد و نوش کی چیزوں کی بھی نگرانی کی جاتی۔

جالندھر میں خواجہ کمال الدین صاحب کا لیکچر

جالندھر کے کمپنی باغ میں خواجہ کمال الدین صاحب کا لیکچر ہوا کپورتھلہ کی جماعت موجود تھی۔ ڈاکٹر صادق علی صاحب ساکن کپورتھلہ بھی موجود تھے۔ ہوشیارپور سے بھی آدمی آئے ہوئے تھے ....

جن میں شیخ مہر علی صاحب کے عزیز و اقارب بھی موجود تھے۔ ڈاکٹر صادق علی نے کہا کہ حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں کہ میری دعا کی قبولیت سے شیخ مہر علی صاحب سزائے موت سے بچائے گئے۔ شیخ مہر علی کے عزیز و اقارب نے کہا کہ مرزا صاحب کی کیا خصوصیت ہے ان کے واسطے بہت سی مخلوق دعا کرتی تھی۔ خدا جانے کس کی دعا قبول ہوئی۔ ڈاکٹر صادق علی نے اس کا ذکر احباب کپورتھلہ سے کیا۔ جنہوں نے سارا قصہ لکھ کر حضرت اقدس کی خدمت میں بھیجدیا۔ کپورتھلہ کی تحریر پر حضرت اقدس نے ایک اشتہار شائع فرمایا جو رجسٹری کر کے شیخ مہر علی کو بھیجدیا گیا۔ اس میں لکھا:۔

> "میرا دعویٰ ہے کہ محض میری دعا کی قبولیت سے تمہاری سزائے موت سے رہائی ہوئی ہے۔ یا تم اس کا اقرار کر کے اخبار میں شائع کرادو۔ ورنہ میں اپنی دعا واپس کرلیونگا۔ مقدمہ دوبارہ آسمان پر دائر ہو جائے گا۔ بغیر کسی شرط کے چھ ماہ سزا تمہارے واسطے مقدر ہوگی"

اس اشتہار کے پہنچنے پر شیخ مہر علی صاحب نے حضرت صاحب کے خط کی تلاش کی۔ اور خط کی آمد کا حال اپنے لڑکے سے دریافت کیا۔ جس پر اس نے کہا کہ خط تو آیا تھا۔ مگر مجھ کو یاد نہیں رہا تکیئے کے نیچے رکھدیا تھا۔ تلاش کرنے پر خط مل گیا تب شیخ مہر علی صاحب نے اخبار میں شائع کرادیا کہ:۔

میرا ایمان ہے کہ محض حضرت مسیح موعود کی دعا کی برکت سے مجھ کو سزائے موت سے رہائی ہوئی ہے۔

کپورتھلہ کی مسجد بھی بڑے نشانوں میں سے ایک نشان ہے

حاجی ولی اللہ صاحب ریاست کپورتھلہ کے جج تھے۔ انہوں نے یہ مسجد تعمیر کرائی تھی۔ یہ صاحب اولاد نہ تھے۔ ان کی حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے خط و کتابت بھی رہتی تھی۔ انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے دریافت کیا کہ آپ کس خاندان سے بیعت ہیں۔ اور صوفیائے کرام کے کس وجہ سے اور خدا سے آپ کا کیا تعلق ہے؟ جواب میں حضور نے تحریر فرمایا کہ

"رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے براہ راست میری بیعت ہے۔ اور خدا سے جو کچھ میرا تعلق ہے۔ اس کے سننے کی آپ برداشت نہیں کر سکیں گے۔ آپکی تحریروں سے مجھ کو اندیشہ ہے کہ کہیں آپکا ایمان سلب ہو جائے"

حضور کی اس تحریر کے مطابق حاجی صاحب کا انجام اچھا نہ ہوا جس کو میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ مخبوط الحواس ہو گئے تھے۔ اور وہ ان کو شرم و حیا اور پردے کا احساس ہی نہیں رہا تھا اور اسی حالت میں ان کی موت واقع ہوئی۔ حاجی صاحب کے دو بھائی تھے۔ انہوں نے اپنی جائیداد اپنی بیوی اور دونوں بھائیوں کے نام حصہ برابر تقسیم کر کے وصیت لکھدی اس مسجد کے نام سولہ گھماؤں اراضی ریاست کپورتھلہ کی طرف سے کاغذات میں درج تھی۔ اور اس مسجد کے متولی منشی حبیب الرحمن صاحب احمدی تھے۔ جب حضرت مسیح موعودؑ نے اعلان فرمایا کہ غیر احمدیوں کے پیچھے نماز نہ پڑھو۔ اس وقت جماعت کے متعلق اس مسجد کپورتھلہ میں جھگڑا ہو گیا۔ اس وقت کپورتھلہ کی احمدی جماعت میں گنتی کے چھ آدمی تھے۔ اور باقی سب غیر احمدی۔ اعلیٰ حکام کے ایماء سے شہزادوں نے احمدی جماعت کو مسجد سے نکالدیا جب حضرت صاحب سے سارا حال بیان کیا تو حضور نے فرمایا!

اپنے حقوق کو چھوڑنا معصیت ہے۔ عدالت سے چارہ جوئی کرو۔

حسب الارشاد استقرار حق کا دعویٰ دائر کیا۔ یہ مقدمہ سات سال تک اپیل در اپیل عدالت میں دائر رہا۔ پہلی عدالت سے فیصلہ احمدیوں کے حق میں ہوا۔ اور صورت یہ ہوئی کہ حاکم اپنی تحریر میں شروع سے لے کر اخیر تک غیر احمدیوں کے حق میں لکھتا گیا۔ مگر جب اخیر پر پہنچا تو خدا تعالیٰ نے اس کے دل کو پھیر دیا اور یہ حکم دیا کہ مسجد احمدیوں کو دیجاتی ہے۔ ان کو انتظام کے متعلق پورا حق حاصل ہوگا۔ غیر احمدی فرداً فرداً نماز پڑھ سکتے ہیں۔ دوران مقدمہ میں ایک احمدی نے خواب میں دیکھا کہ حاکم ایک مکان بنا رہا ہے۔ تمام دیواریں مکان کی غیر احمدیوں کے واسطے بنائی جا رہی ہیں مگر جب چھت ڈالنے لگا تو احمدیوں کے واسطے ڈالی۔ غیر احمدیوں کی طرف سے اس فیصلہ کا اپیل ہوا دو برس تک مقدمہ رہا۔ ہر قسم کی سفارشیں ہوئیں مگر عدالت ماتحت کا فیصلہ بحال رہا۔

حضرت اقدس دہلی سے قادیان تشریف لا رہے تھے۔ لدھیانہ کی جماعت نے عرض کی کہ ایک دو روز حضور لدھیانہ میں قیام فرمائیں۔ رمضان کا مہینہ تھا۔ حضور نے منظور فرما لیا اطلاع ہونے پر خاکسار فیاض علی۔ اور منشی عبد الرحمن صاحب کپورتھلہ سے حضرت اقدس کی خدمت میں حاضر ہوئے عصر کے بعد کا وقت تھا۔ حضور نے مجمع عام میں پانی طلب فرما کر پیا۔ اس پر بہت کچھ چہ میگوئیاں ہوتی رہیں۔ دوسرے دن صبح کو پھر حضور کا لیکچر ہوا۔ لیکچر ختم ہونے پر خاکسار نے عرض کیا کہ جماعت کو نماز کی بہت تکلیف ہے۔ مسجد کیلئے دعا فرمائی جائے۔ اس سے پیشتر بھی چند مرتبہ مسجد کے واسطے یاد دلا چکا تھا۔ حضور نے فرمایا

کوئی ضرورت دعا کی نہیں ہے۔ اگر یہ سلسلہ خدا کی طرف سے ہے تو مسجد تمہارے پاس واپس آجائے گی

میں نے اس پیشگوئی کا کپورتھلہ اور لدھیانہ میں عام طور سے اعلان کر دیا۔ اور مسجد میں بھی لکھ کر لگا دیا اور ہر ایک کو متنبہ کیا کہ حکام۔ رعایا۔ چھوٹے بڑے سب زور لگالیں۔ مگر مسجد ہمارے پاس واپس آئیگی۔ اس پیشگوئی پر ہر ایک کو تعجب تھا کہ کیسے پوری ہو سکتی ہے غیر احمدی نے مسجد بنائی۔ اور غیر احمدی کے پاس آخر اپیل ہے جس کے ایماء سے احمدی جماعت مسجد سے نکالی گئی تھی۔ ایک شخص شفاعت احمد جو ہومیو پیتھک ڈاکٹر تھا۔ اس نے کہا کہ مسجد تمہارے پاس واپس آگئی تو میں مسیح موعود پر ایمان لے آؤں گا۔

بالآخر اپیل ریاست کے چیف کورٹ میں پیش ہوئی فریقین حاضر عدالت ہوئے۔ جج نے مثل دیکھ کر حکم دیا۔ غیر احمدیوں نے مسجد بنائی اور غیر احمدی ہی قابض ہیں لہذا غیر احمدیوں کو مسجد دیجاتی ہے۔ فریقین عدالت سے باہر آگئے۔ اس وقت وہی ڈاکٹر شفاعت احمد مجھ کو ملا سلام کر کے کہنے لگا کہ تمہارے مسیح موعود کی پیشگوئی کہاں گئی۔ مسجد تو غیر احمدیوں کو مل گئی؟ میں نے اس کو جواب دیا کہ حکم کے لکھنے میں ابھی دو راتیں درمیان ہیں اور اس سے اوپر ایک احکم الحاکمین ہے۔ انتظار کرو کہ وہ فریقین میں کیا فیصلہ کرتا ہے۔ میں نے اس کو تحدی کے ساتھ کہا۔ کہ زمین و آسمان ٹل جائینگے۔ مگر مسیح موعود کی پیشگوئی نہیں ٹلیگی۔

وہ میرے یہ فقرے سن کر حیران ہو گیا۔ منشی حبیب الرحمن احمدی نے جو اس مسجد کے متولی تھے۔ رات کو خواب میں دیکھا کہ یہ حاکم ہماری مسجد کا فیصلہ کرنے والا نہیں ہے کوئی اور حاکم ہے جو اس مسجد کا فیصلہ کرے گا۔ یہ خواب بھی مشتہر کر دی گئی۔ جب پیشی مثل کا دن آیا۔ تو کثرت مقدمات کی وجہ سے پیش نہ ہو سکی۔ اور تاریخ بدل گئی۔ حتیٰ کہ چھ ماہ گذر گئے اور تاریخیں بدلتی رہیں اور اس حاکم کو توفیق نہ ملی کہ کچھ حکم لکھ سکتا۔

ایک احمدی کا خواب

اس دوران میں ایک احمدی نے خواب دیکھا کہ وہ بازار میں جا رہا ہے۔ راستے میں ایک شخص ملا۔ اس نے کہا کہ وہ حاکم جو تمہاری مثل کا فیصلہ کرنے والا تھا فوت ہو گیا ہے۔ مگر جب معلوم کیا گیا تو معلوم ہوا کہ حاکم بالکل تندرست ہے۔ ایک ہفتے بعد دس بجے دن کے حاکم اور اس کے بیٹے نے ملکر کھانا کھایا۔ بیٹا کھانا کھا کر کوٹھی کے چبوترے پر ٹہلنے لگا۔ خدمتگار چلم بھرنے چلا گیا۔ اور سواری کچہری جانے کے لئے آگئی۔ جب خدمتگار چلم لے کر واپس آیا تو اس نے دیکھا کہ حاکم کے دل کی حرکت بند ہو گئی۔ اور وہ مر گیا۔ جس شخص نے خواب میں اس احمدی کو اس کے مرنے کی خبر دی تھی اس نے اسی احمدی کو ملکر حاکم کے مرنے کی خبر دی۔

اس حاکم کے فوت ہو جانے پر ایک آریہ جج مقرر ہوا۔ جو احمدیوں کا سخت مخالف تھا۔ آخر مثل اس کے سامنے پیش ہوئی۔ جس نے دو ججوں کی اتفاق رائے سے فیصلہ کرنا تھا۔ مگر دونوں کی رائے متفق نہ ہو سکی ایک کی رائے یہ تھی کہ غیر احمدیوں کو مسجد دیجائے اور دوسرے کی یہ کہ احمدیوں کو دیجائے۔ اسپر یہ رائے قرار پائی کہ انگریزی گورنمنٹ کے کسی بیرسٹر کی رائے لی جائے۔ جس کی رائے سے وہ اتفاق کرے وہی فیصلہ ناطق ہو۔

آریہ حاکم کا ایک برادر زادہ بیرسٹر تھا۔ اس کے پاس یہ مثل بھیجی گئی اور اس کو پچاس روپے فیس کے دیئے گئے۔ جو فریقین سے نصفا نصف لئے گئے اس بیرسٹر کے پاس بھی یہ مثل دیر تک پڑی رہی۔ فریقین مخالف نے اس کے پاس سفارش لے جانے کی بہت کوشش کی۔ مگر اللہ تعالیٰ کی مشیت کے ماتحت ماتحت عدالت کا فیصلہ بحال رہا۔ اور مسجد احمدیوں کو دیدی گئی۔ غیر احمدی فرداً فرداً نماز پڑھ سکتے ہیں۔

اس طرح پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیشگوئی پوری ہو گئی الحمد للہ علیٰ ذالک۔

ایک اور نشان کا ظہور

میں ایک روز ڈاکٹر شفاعت احمد مذکور کے مکان پر بیٹھا ہوا تھا۔ اور بھی کچھ آدمی بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذکر آگیا

تو میں نے ڈاکٹر شفاعت احمد سے کہا کہ آپ نے تو وعدہ کیا تھا کہ اگر مسجد احمدیوں کو دلائی گئی۔ تو میں حضرت مسیح موعود پر ایمان لے آؤں گا۔ اب آپ پر واجب ہے کہ ایمان لے آئیں۔ اس نے کہا کہ میں نے تو کوئی وعدہ نہیں کیا۔ اگر میں نے جھوٹ بولا ہے۔ تو مجھ پر عذاب نازل ہو۔ میرا فرزند مر جائے۔ میری بیوی مر جائے۔ تب میں نے اس سے کہا کہ تم نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے یکطرفہ مباہلہ کر لیا ہے۔ اب تم ایک سال تک اس کے نتیجہ کا انتظار کرو۔ چنانچہ اس اثناء میں ڈاکٹر مذکور ایسا سخت بیمار ہوا کہ اس کے بچنے کی کوئی امید باقی نہیں رہی۔ وہ اچھا تو ہو گیا مگر کانوں سے قطعی بہرا ہو گیا۔ اس کا لڑکا بھی فوت ہو گیا۔ اور آئندہ کے لئے نسل بھی قطع ہو گئی۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بصیرت اور ایک پیشگوئی کا پورا ہونا

قصبہ سرادہ ضلع میرٹھ جہاں میں اب رہتا ہوں۔ وہاں مولوی حمید اللہ صاحب اہلحدیث تھے۔ ان سے صداقت مسیح موعود پر میری بحث ہوا کرتی تھی۔ بہت دفعہ جواب سے عاجز ہو کر مجھ سے ناراض ہو جایا کرتے تھے۔ آخر انہوں نے کہا کہ میں خود مرزا صاحب کے پاس چلکر اپنا اطمینان کرونگا۔ مگر تم میرے ساتھ چلنا۔ کچھ عرصہ کے بعد میں اپنی رخصت ختم کر کے کپورتھلہ چلا آیا۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ میں حضرت اقدس کی خدمت میں قادیان جا رہا ہوں راستہ میں ایک دریا ہے۔ دریا میں تیرتا ہوا جا رہا ہوں ایک اور شخص میرے پیچھے چلا آتا ہے۔ مگر وہ پانی میں غرق ہے۔ صرف گردن پانی سے اوپر ہے۔ مگر وہ بھی پار ہو گیا۔ اس کے بعد مولوی حمید اللہ کا خط آیا۔ کہ فلاں تاریخ کو میں حضرت مسیح موعود ع کے پاس جانے کو کپورتھلہ پہنچوں گا۔ میں نے حمید اللہ صاحب کا خط اپنے خط کے ساتھ جس میں میں نے اپنی خواب بھی لکھدی اور حضرت اقدس کی خدمت میں بھیجدیا۔ اور عرض کیا کہ یہ شخص بیعت کرنے کے واسطے حضور کی خدمت میں حاضر ہوتا ہے۔ حضور نے مجھ کو جواب دیا کہ

"مولوی حمید اللہ کے خط سے تو نفاق کی بو آتی ہے۔ وہ کوئی اور شخص ہے۔ جو آپکے ذریعہ سے جماعت احمدیہ میں داخل ہوگا"

الغرض حمید اللہ کپورتھلہ آ گئے۔ لیکن کپورتھلہ میں ایک اور مولوی غلام محمد نامی جو کہ اہل حدیث تھا۔ جب ان کی ملاقات ہوئی تو اس نے ان کو قادیان جانے سے روکدیا۔ اور اس نے کہا کہ اگر تم قادیان چلے گئے تو اپنا یہ عقیدہ لے کر واپس نہیں آؤ گے۔ اس کے کہنے سے مولوی حمید اللہ صاحب رک گئے۔ اور قادیان نہ گئے۔ اور حضور کے یہ الفاظ کہ مجھے نفاق کی بو آتی ہے لفظاً لفظاً پورے ہو گئے۔

پیش گوئی کا دوسرا حصہ

اس پیشگوئی کا دوسرا حصہ بھی تھا کہ کوئی اور شخص میرے ذریعہ سے سلسلہ میں داخل ہوگا۔ وہ اسطرح سے پورا ہوا کہ جس پلٹن کے دفتر میں میں ہیڈ کلرک تھا۔ اس پلٹن میں میرے ماتحت ایک مولوی دین محمد نامی تھا۔ اور میں اس کو عرصہ سے تبلیغ کرتا تھا۔ مگر اس پر میری تبلیغ کا کوئی اثر نہیں ہوتا تھا۔ ایکدفعہ برسات کا موسم تھا۔ اندھیری رات تھی۔ ابر چھایا ہوا تھا۔ بارش بھی ہو رہی تھی۔ ہمارا گھر دفتر سے ایک میل کے فاصلہ پر تھا۔ چونکہ راستہ کچا اور خراب تھا۔ رات اندھیری اور بارش بھی ہو رہی تھی۔ اسلئے میں دین محمد کے مکان پر چلا گیا۔ کہ ان سے لالٹین لے کر گھر چلا جاؤں۔ وہاں جا کر کیا دیکھتا ہوں کہ یاران حابہ ناول پڑھ رہے ہیں۔ اور لیمپ جل رہی ہے۔ میں نے اپنی خواہش کا اظہار کیا۔ اس نے کہا کہ ہمارے مزے میں خلل آ جائے گا۔ ہم لیمپ نہیں دے سکتے۔

اس کے جواب سے مجھے طبعی طور پر تکلیف ہوئی اور میں نے اس کی لالٹین کی طرف حسرت کی نگاہ سے دیکھا اور لوٹ پڑا۔

میں ابھی چند ہی قدم گیا ہونگا کہ لالٹین کی چمنی درمیان سے تڑاخ سے دو ٹکڑے ہو گئی۔ ان کا سارا مزہ خاک میں مل گیا۔ اس کے یاران حابہ نے اسے کہا کہ دیکھا ایسے ہوتے ہیں احمدی۔ ایک حسرت کی نگاہ ڈالنے سے ہی لالٹین کی چمنی دو ٹکڑے کر دی۔ تم اس سے معافی مانگو۔ صبح کو وہ مجھے ملا۔ اور سارا قصہ سنا کر کہا کہ حضور میرا قصور معاف کر دیں۔ تب میں نے اس کو نصیحت کی کہ تم حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر ایمان لا کر ان کی بیعت میں داخل ہو جاؤ۔ اس نے میری نصیحت کو مان لیا۔ اور حضرت صاحب کی خدمت میں بیعت کا خط لکھدیا۔ اسطرح سے پیشگوئی کا یہ دوسرا حصہ بھی پورا ہو گیا۔

حضور کی بصیرت کا ایک اور واقعہ

کپورتھلہ میں ایک شخص حکیم جعفر علی نامی شاہی طبیب تھے اور حضرت اقدس کی نسبت مذبذب تھے۔ نہ اقرار اور نہ انکار کرتے تھے۔ جماعت کپورتھلہ حضرت اقدس کی خدمت میں قادیان جا رہی تھی۔ تو حکیم صاحب نے بھی منشی ظفر احمد صاحب کو پانچ روپے دیئے اور کہا کہ میری طرف سے لنگر خانہ کے خرچ کے لئے حضرت صاحب کی خدمت میں پیش کر دینا۔

قادیان پہنچ کر جماعت کپورتھلہ نے اپنا نذرانہ اور حکیم صاحب کا روپیہ پیش کیا۔ مگر حضور نے حکیم صاحب کا روپیہ لینے سے انکار کر دیا۔ کسی دوسرے موقعہ پر منشی ظفر احمد صاحب نے وہ روپے پھر پیش کئے۔ مگر پھر بھی حضور نے قبول نہ فرمائے۔ جب منشی ظفر احمد صاحب واپس آنے لگے تو انھوں نے درخواست کی کہ حکیم صاحب باوقعت آدمی ہیں اور حضور سے حسن ظن بھی رکھتے ہیں۔ ان کے یہ روپے قبول فرما لیئے جائیں۔ آپ نے فرمایا کہ مناسب تو نہیں۔ مگر چونکہ تمہارا اصرار ہے لاؤ دیدو۔

اسطرح حضور نے اس کے روپے کراہیت سے قبول فرما لیئے۔ اصل بات یہ تھی کہ حضور کی بصیرت ایمانی بتلا رہی تھی کہ یہ شخص منافق ہے۔ آخر وہ بڑا سخت مخالف ہو گیا۔ اور اس نے اعتراضوں کا ایک رسالہ بھی لکھا۔ اور جماعت کی سخت مخالفت کی۔

ایک اور واقعہ

کپورتھلہ میں ایک اور شخص ڈاکٹر صادق علی نامی تھے اس نے حضرت اقدس کی خدمت میں چند مرتبہ بیعت کے لئے عرض کیا مگر آپ نے اس کی بیعت قبول نہ فرمائی۔ بالآخر وہ بھی سخت مخالف ثابت ہوا۔ اور مسجد کپورتھلہ کے مقدمے میں اس نے اپنے پیشے سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے حکام کے پاس سفارشیں کیں۔ اور ہماری مخالفت کرتا رہا۔ لیکن خدا نے اسکو بھی خائب و خاسر رکھا۔

تیسرا واقعہ

کپورتھلہ میں ایک شخص مولوی غلام محمد تھے۔ جب حضرت اقدس کپورتھلہ میں تشریف لائے۔ تو مولوی صاحب نے بیعت کی خواہش کی۔ حضور نے فرمایا کہ آپ ذرا **ٹھہر جائیں**۔ دوسرے دن پھر عرض کیا کہ میری بیعت قبول فرمائی جائے۔ حضرت صاحب نے پھر فرمایا کہ **جلدی نہ کرو**۔ تیسری مرتبہ پھر مولوی صاحب نے درخواست کی تو حضور نے فرمایا کہ **استخارہ کر لو**۔ اس کے بعد مولوی صاحب نے کبھی خواہش نہ کی اور جب کفر کا فتویٰ شائع ہوا تو ہم نے دیکھا کہ اس پر مولوی غلام محمد صاحب کی بھی مہر ثبت تھی تب ہم کو معلوم ہوا کہ حضور اپنی بصیرت سے اسی گند کو دیکھ رہے تھے۔

ایک روایت کی تصحیح

میاں خیر الدین صاحب سکھوانی کی زبانی

میں اخبار الحکم مورخہ ۷ر اکتوبر ۱۹۳۴ء میں روایت نمبر ۳۰ حافظ نور محمد صاحب پڑھ رہا تھا کہ مجھے یہ واقعہ یاد آ گیا۔ کہ جب وہ مکتوب گرامی سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جو میاں فضل الٰہی صاحب کے نام لکھا تھا۔ میرے بھائی صاحب میاں جمال الدین مرحوم و مغفور کے حوالہ کیا تھا۔ اسوقت میں ساتھ تھا۔ اور ہم دونوں بھائی فیض اللہ چک خط لے کر گئے تھے (یہ حافظ صاحب کو یاد نہیں رہا)۔ یہ لیکھرام کے قتل کے بعد کا واقعہ ہے کیونکہ لیکھرام والی پیشگوئی پورا ہونے کے ایام میں ہم نے حضور کی خدمت میں پیشگوئی کے پورا ہونے کی خوشی میں دعوت کی درخواست کی تھی کہ حضور سکھواں میں تشریف لے چلیں۔ لیکن حضور نے عدم فرصت کا جواب دیا تھا۔ لیکن یہ خط حوالہ کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ یہ شادی مقرر ہو گئی تو تمہارے گاؤں میں چلینگے۔ نیز یہ بھی فرمایا تھا کہ اگر یہ شادی انھوں نے منظور نہ کی تو اس کا نتیجہ اچھا نہ ہوگا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ کہ اس لڑکی کی شادی ایک معمر حیات نامی کے ساتھ فیض اللہ چک میں کی گئی چونکہ ناکح صاحب کی خیر سے زندہ درگور کی حالت تھی اسلئے جلدی مر گئے اور ناکامی کی حالت میں بیوہ چھوڑ گئے۔ افسوس انھوں نے خود کو بھی نقصان پہنچایا۔ اور سکھواں کو بھی ورود قدوم سے محروم رکھا۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ

حضرت مولوی محمود الحسن خانصاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالاتِ زندگی

نام محمود الحسن خان۔ والد کا نام وزیر محمد خان صاحب۔ وطن قصبہ گوڑیانی۔ ضلع ریواڑی میں پٹھانوں کی بستی ہے دادا صاحب نے اٹھارہ سال کی عمر میں وطن کو چھوڑ کر دہلی میں سکونت اختیار کی۔ دہلی ہی میں شادی کی۔ اور تمام العمر دہلی میں ہی رہے۔ اسی وجہ سے والد صاحب بھی اپنا وطن دہلی ہی بتایا کرتے تھے۔ ریاست پٹیالہ میں اپنے ماموں کے پاس رہ کر تعلیم حاصل کی۔ اور ریاست میں ہی صیغہ تعلیم میں ملازمت اختیار کی اور مدت العمر مدرس رہے۔

والد صاحب فرماتے تھے کہ اُن کے والد یعنی حضرت دادا صاحب سلسلہ چشتیہ کے ایک بزرگ درویش تھے۔ جامع مسجد دہلی کے شرقی حجرے میں رہتے تھے۔ ذکر الٰہی میں بہت شغف رکھتے تھے اخیر عمر میں سلطان اولیاء حضرت نظام الدین صاحبؒ کے سجادہ بنے۔ ۱۱ر رجب المرجب کو اُن کا عرس ہوتا ہے۔ سینکڑوں آدمی شریک ہوتے ہیں۔ اور اب تک دہلی میں ہزاروں انسان ان کو ولی اللہ تصور کرتے ہیں

والد صاحب فرماتے تھے کہ اگرچہ مجھ کو ایام جوانی میں صوفیا کے گروہ سے کوئی خاص عقیدت حاصل نہ تھی۔ لیکن اُن کے والد صاحب کو اسقدر عشق الٰہی تھا کہ ہر وقت و ہر لحظہ روتے رہتے تھے۔ یہ اسی عشق الٰہی کی برکت ہے کہ مجھ کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خدام میں شامل ہونے کا شرف نصیب ہوا۔ ورنہ جوانی میں نیچریانہ خیال رکھتا تھا۔ نماز روزے کی طرف کوئی رغبت نہ تھی ایسی حالت میں بغیر ذاتی نیک اعمال کے کسی مخفی تصرف الٰہی کے ذریعہ صحابہ کی جماعت میں شامل ہونا خدائے ذوالجلال کا خاص فضل و اکرام اور اس موہبت الٰہی کے نزول کی وجہ صرف والد صاحب کا وہ عشق الٰہی ہی معلوم ہوتا ہے۔

ایک دفعہ والد صاحب اپنی سسرال میں والدہ صاحبہ کو پہنچانے پٹیالہ آئے۔ نانا شیخ فخر الدین صاحب اسوقت مجسٹریٹ تھے۔ نانا صاحب نے براہین احمدیہ کا ایک نسخہ یہ کہکر دیا کہ مولوی صاحب! پنجاب میں ایک بزرگ دہریوں اور بالخصوص سر سید صاحب جیسوں کے سر کچلنے کے لئے پیدا ہوئے ہیں۔ والد صاحب نے بہت بے رغبتی سے وہ کتاب لے لی لیکن جب جلی قلم میں اشتہار دیکھا اور پڑھا۔ والد صاحب فرماتے تھے کہ میرا سانس سینہ میں اچھلنے لگا بیاختہ زبان سے نکل گیا کہ واقعی یہ خداتعالیٰ کی طرف سے مامور معلوم ہوتا ہے۔ والد صاحب کتاب کو ساتھ لے گئے اور کئی دفعہ۔۔۔ کتاب کو مطالعہ کیا۔ کچھ عرصہ بعد پھر پٹیالہ آئے اور نانا صاحب کو کتاب واپس کرنی چاہی لیکن نانا صاحب نے کہا کہ (نعوذ باللہ) یہ شخص بیدین ہوگیا ہے کیونکہ نبوت کا مدعی ہے۔ اب اس کتاب کو آپ ہی رکھیں۔ اسوقت والد صاحب کے دل میں حضرت اقدس کی خدمت میں حاضر ہونے کا بیحد اشتیاق ہوا۔ خداتعالیٰ سے دعا کی کہ اگر تیرے مقدرات میں قریب ہی میری موت مقدر ہے تو اپنے فضل سے اُسوقت تک زندہ رکھ کہ اس مہینہ کی تنخواہ مل جائے اور میں اس بزرگ کی خدمت میں حاضر ہو جاؤں۔ تنخواہ ملنے پر آپ لدھیانہ روانہ ہوگئے اور خدمت اقدس میں باریابی حاصل کی۔ اسوقت دو چار احباب حاضر خدمت تھے جن میں ایک بزرگ حضرت پیر سراج الحق صاحب بھی تھے۔ والد صاحب نے مصافحہ کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے سوال کیا کہ "کیا آپ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں؟" الحمد للہ ثم الحمد للہ والد صاحب نے اُسیوقت جری اللہ فی حلل الانبیاء سیدنا حضرت بروز اتم محمد مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت میں داخل ہونے کا شرف حاصل کیا اللھم صل علی محمدٍ و آلہ و اصحابہ اجمعین۔ خداتعالیٰ کا خاص فضل و احسان ہے کہ حضرت اقدس نے ۱۳۰۳ھ میں داخل فرمایا

اللھم بارک علی محمد و آلہ و اصحابہ اجمعین

اس کے بعد ہر موسمی تعطیلات پر (الا ماشاء اللہ) قادیان حاضر ہوتے۔ والد صاحب فرماتے تھے کہ حضرت مسیح موعود اپنے خدام کو اسطرح اپنے پاس رکھنا چاہتے تھے جس طرح مرغی خوف کے وقت اپنے بچوں کو پروں میں چھپاتی ہے۔ اکثر دکھ اور تکلیف کی حالت میں فرماتے "بیٹا! ہم نے حضرت اقدس کو ماں باپ سے زیادہ شفیق پایا" جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ذکر فرماتے آبدیدہ ہو جاتے۔ اور گھر میں گھنٹوں ذکر فرماتے رہتے۔ تبلیغ کا اسقدر جوش تھا کہ لوگ مجنون خیال کرتے تھے۔ پٹیالہ کی جماعت اُن کے اخلاص پر اُن کی بڑی عزت کرتی تھی اور بے حد عزیز رکھتی تھی۔

تبلیغی جوش کیوجہ سے باربط کلام نہ کرسکتے تھے۔ دلائل بے ترتیب بیان کرنے سے تعلق نیا خواہ کوئی سمجھے یا نہ سمجھے اسوجہ سے لوگ جان جان کر اُن کو چھیڑ لگاتے اور سلسلہ کلام شروع کرا دیتے۔ محفل گرما جاتی۔ اور لوگ خوش وقتی کا مزہ لیتے۔ یورپ میں تبلیغ اسلام ایک ذوقی مسئلہ تھا۔ ہر وقت اسی کا ذکر فرماتے۔ ایک دفعہ پٹیالہ میں جمعہ کا خطبہ پڑھنے کے لئے جماعت نے فرمائش کی کہ خطبہ میں ہی ایک بے ربط طریق پر پنجابی زبان میں ایک جملہ کی تکرار کی۔ جملہ غالباً یہ تھا "جیہنا اپنا جہڑی دا" جماعت کے لوگ سارے نمازی حیران تھے کہ خطبہ جمعہ میں مولوی صاحب بار بار یہ کیا جملہ کہہ رہے ہیں؟ احترام خطبہ کیوجہ سے لوگ حد ادب کے پابند۔ بے اختیار ہنسی کا غلبہ۔ نماز ختم ہوئی۔ چند احباب نے عرض کیا کہ یا حضرت آپ کا خطبہ جمعہ تو جناب غالب کا ایک شعر تھا۔ اس جملہ کا خطبہ میں کیا تعلق ہے۔ سمجھا تو دیجئے۔ فرمایا: جب میں جمعہ کی نماز میں شرکت کے لئے آرہا تھا۔ راستہ میں ایک مداری ریچھ نچا رہا تھا۔ اور جاہل چھکنے کی نقل اُس جانور سے اتروا رہا تھا۔ لوگ محظوظ ہو رہے تھے مجھے خیال آیا آہ! تیرا مسیح تو آگیا۔ اور ہمارا فرض ٹھہرایا گیا ہے کہ یورپ میں اسلام کو پہنچائیں۔ بے یار و مددگار۔ بے زر۔ بے پر جماعت اس فرض کو کیونکر ادا کر سکیگی۔ اور نہیں ایک ریچھ ہی پال لیں اور یورپ کے شہروں میں اعلائے کلمۃ اللہ کرتے پھریں۔ یہ باتیں تصنع اور بناوٹ سے نہیں کرتے تھے۔ بلکہ ایک بے لوث سادگی تھی۔ جو موقعہ اور بموقعہ اُن سے ظاہر ہوتی رہتی تھی جماعت پٹیالہ اُن سے خوب واقف ہے۔ اور اب تک نمناک آنکھوں اور رقت بھرے الفاظ میں اُن کا ذکر کرتی ہے۔

ابتدائے جوانی سے حقہ کے بہت شائق تھے۔ حتی کہ رمضان میں بھی صبح کاذب تک برابر حقہ پیتے اور خدا بخشے والدہ صاحبہ ہمیشہ کہتیں۔ آپ کا روزہ نہیں بلکہ فاقہ ہوتا ہے۔ ایک دفعہ قادیان میں حضرت مسیح موعودؑ سیر کو تشریف لے جارہے تھے والد صاحب غیر احمدیوں کے ساتھ حقہ نوشی میں مشغول تھے۔ والد صاحب کو سخت گذرا کہ مجھے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس حالت میں دیکھ لیا ہے۔ دل میں سخت شرمندہ ہوئے۔ اسوقت حقہ سے توبہ کی۔ فرماتے کہ میں نے تیس برس تک حقہ پیا ہے۔ پھر نہ کبھی پان میں زردہ استعمال کیا نہ حقہ پیا۔ میں نے ایکدن عرض کیا کہ جناب تو حضرت اقدس سے خوب باتیں کرتے ہونگے۔ فرمایا میں رعب کیوجہ سے کبھی خود عرض کرنے کی جرأت نہیں کرتا۔ جب حضور ہی مخاطب فرما لیتے تو عرض معروض بھی پیش کر دیا کرتا۔

امراء سے ہمیشہ نفور تھے۔ غرباء سے مل کر خوش ہوتے تھے۔ ہر احمدی بچے کی بڑی عزت کرتے۔ فرماتے یہ وہ نسلیں ہیں جن کے ہاتھوں خدا کے وعدے پورے ہونگے۔ بالغ ہونے پر بھی میں نماز اور دین کے کاموں میں زیادہ دلچسپی نہیں لیتا تھا۔ شعر و سخن ناول اور افسانے وغیرہ میں مصروف رہتا تھا۔ اسوجہ سے میرے ان مشاغل کو نفرت سے دیکھتے اور فرماتے کہ خدا سے غافل انسان موری کے کیڑے کی طرح زندگی بسر کرتا ہے

ایک دفعہ پٹیالہ میں ہفتہ واری اجلاس میں گناہ پر ایک مضمون لکھ کر پڑھا۔ خوشی سے آبدیدہ ہو کر

فرمایا خدا کی رحمت سے کیا عجب ہے کہ میری اولاد کو بھی خدمت دین کی توفیق ملے۔ اظہار تشکر کے طور پہ عرض کرتا ہوں کہ حضرت فضل عمر خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ کے ابتدائی دور خلافت میں اس گنہگار کو بھی سلسلہ سے وابستگی پیدا ہوئی۔ تمام رشتہ داروں کو انفرادی اور اجتماعی تبلیغ کا موقع ملتا رہتا ہے۔ والد صاحب کے بعد کچھ رشتہ داروں کو احمدیت قبول کرنے کی توفیق ملی۔ آریوں اور عیسائیوں سے سینکڑوں مناظرے کرنے پڑے یہ سب حضرت والد صاحب مرحوم کی دکھ اور بے کسی کے اوقات میں دعائیں کرنے کا نتیجہ ہے اور دعاؤں کی قبولیت حضرت مسیح موعودؑ کے فیضان اور تزکیہ کا ایک نشان۔

حضرت فضل عمر خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ کو شاہزادے صاحب کہکر پکارتے اور اسی القاب سے محبت بھرے الفاظ میں گھر میں ذکر فرمایا کرتے

ایک دفعہ حضرت ڈاکٹر سید محمد اسمٰعیل صاحب نے فرمایا کہ جب تمہارے والد قادیان آیا کرتے تو بچپن میں ان کو گھیر لیتے اور ان سے کہانیاں سنا کرتے۔ والدہ صاحبہ دہلی کی تھیں۔ نہایت فراخ دست آخیر مہینہ میں تنگی ہو جاتی۔ اسوجہ سے جب تنخواہ ملتی تو پہلے سکریٹری مال کے پاس جاتے۔ اور چندہ ادا کرکے گھر آتے اور باقی تنخواہ والدہ کو دے دیتے۔ ہر تحریک پر کچھ نہ کچھ ضرور دیتے اور بہت خوش ہوتے اور فرماتے کہ اللہ کا احسان ہے۔ کتنے سستے طریق پر خدا نے ہمیں صحابہ کی جماعت میں شامل فرمایا۔ نماز عشاء کے معاً بعد سو جاتے۔ دو بجے جاگ اٹھتے نماز تہجد ادا کرکے کچھ وظیفہ وغیرہ نہیں پڑھا کرتے تھے۔ بلکہ والدہ صاحبہ کو ہمیشہ مجبور کرتے کہ وہ وفات مسیح پر ان سے قرآنی دلائل سنیں۔ والدہ صاحبہ تو جھنجھلا کر کہہ دتیں کہ نماز تہجد ادا کرنے کے بعد باتیں کرنا منع ہے کچھ وظیفہ پڑھو۔ اللہ اللہ کرو۔ یا خاموش ہو کر سو جاؤ۔ چھوٹی چچی صاحبہ ہمارے گھر آئی ہوئی تھیں۔ نئی دلہن کچھ بول تو سکتی نہیں تھیں۔ روز دو بجے سے ان کو وفات مسیح سمجھاتے۔ وہ ہاں ہیں ہاں ملاتی جاتیں۔ صبح ہوتی تو چچی جان کو چھٹکارا نصیب ہوتا۔ دس دن تک تو وہ خاموش رہیں آخر لاچار ہو کر وہ بھی بول اٹھیں دلی میں تو ہم نے کسی گھر میں حضرت عیسٰے کا مرنا جینا نہ سنا۔ آپکی حضرت عیسٰے کیسے مر گئے ہیں۔ کہیں اور نہیں تو اس گھر میں تو روز رات کے دو بجے جی اٹھتے ہیں اور صبح تک زندہ رہتے ہیں۔ جب مر ہی گئے تو پھر مردے کا ذکر کیا۔ ان کا ذکر تو اس شدومد سے کیا جاتا ہے کسی زندہ کا بھی کیا نہ ہوتا ہوگا۔ بھائیجان اگر حضرت عیسٰے حقیقت میں انتقال فرما گئے۔ تو وہ اب سکھ کی نیند سو رہے ہیں۔ مگر ہماری نیند تو حرام ہو رہی ہے۔ ظرافت کے طریق پر بے ساختہ جواب سن کر بہت ہنسے اور فرمایا۔ تم دہلی کی عورتیں نہایت فرزانہ ہوتی ہیں۔

مولوی محمد علی صاحب امیر پیغام اور خواجہ کمال الدین صاحب کے بڑے مداح تھے۔ خلافت ثانیہ کے آغاز میں جماعت پٹیالہ کی طرف سے بطور نمائندہ قادیان حاضر ہوئے اور حضرت خلیفۃ المسیح ثانی سے شرف بیعت حاصل کیا۔ لیکن محمد علی صاحب کا ذکر پھر بھی محبت سے کرتے تھے۔ یہ وہ دن تھے کہ مجھے پیغام کی مخالفت میں سلسلہ سے رغبت ہوئی۔ اور میں خلافت کے مسئلہ میں دلچسپی لینے لگا۔ شادی کے بعد میں دیرینہ خواہش کے مطابق دہلی میں رہائش اختیار کر چکا تھا۔ والد صاحب مرحوم قادیان سے واپسی پر سیدھے دہلی پہنچے۔ اترتے ہی سلسلہ کے متعلق گفتگو شروع ہوئی میں نے بے ساختہ کہدیا کہ خبیث محمد علی نے کیا فتنہ اٹھا رکھا ہے۔ آپ غصہ کے مارے بیتاب ہو گئے۔ اور کہا تجھ سے بڑھ کر خبیث کون ہوگا کہ جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پاک صحابہ کو جو آخرین منھم میں شامل ہیں ایسی بازاری گالی سے یاد کرتا ہے۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت خلافت سے بغاوت حضرت عمر کے منہ سے یہ الفاظ نکلوا دیتی ہے کہ میں اس گھر کو آگ لگا دوں گا جس میں فتنہ کی باتیں کی جائینگی۔ یہ سن کر کانپ گئے اور فرمایا بیٹا! حوالہ نکالکر دو۔ اس وقت سے ہی میں نے حضرت صاحبزادہ صاحب کی بیعت کر لی ہے۔

حضرت ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب بیان فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ مولوی عبداللہ صاحب پیغامی کے صاحبزادے مولوی مصطفٰے صاحب بی۔اے کے کہنے سننے پر وہ لاہور چلنے پر آمادہ ہو گئے۔ مولوی مصطفٰے صاحب بی اے نے ایک روپیہ زائد کرایہ کا جو امرتسر سے لاہور تک کا خرچ تھا۔ والد صاحب کو دے دیا تھا۔ لدھیانہ کے اسٹیشن وہ ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب سے ملاقی ہوئے۔ اور لاہور جانے کا ذکر کیا۔ ڈاکٹر صاحب نے فرمایا کیا مولوی صاحب! قادیان چھوڑ کر لاہور جا رہے ہو۔ والد صاحب نے فرمایا نہیں مصطفٰے نے زائد کرایہ کا خرچ ایک روپیہ دے دیا ہے وہاں کا جلسہ دیکھ کر قادیان آ جاؤں گا۔ ڈاکٹر صاحب نے کہا مولوی صاحب میں روپیہ کو نہیں پوچھتا میں یہ پوچھتا ہوں کہ قادیان کے سفر کو ملتوی کرکے لاہور جاؤ گے۔ کیا یہی ایمان ہے کہ مسیح موعود کے مقام کو جسے خدا نے محترم کہا چھوڑ کر لاہور جاؤ؟ آپ فوراً خوف سے کانپ گئے۔ اسیوقت روپیہ مولوی مصطفٰے صاحب کو واپس دے دیا۔ اور ہمارے ساتھ قادیان آ گئے۔

صاف گو۔ راستباز۔ مخلص۔ متقی بزرگ تھے چونسٹھ برس کی عمر میں مرض نمونیا سے انتقال فرمایا

انا للہ وانا الیہ راجعون

مرتے وقت وصیت کی کہ حضرت بایزید بسطامی روزمرہ کے کپڑوں میں دفن ہوئے تھے۔ مجھے بھی ایک جوڑہ (جو پہلے سے دھلا ہوا موجود تھا) پہنا کر ایک چادر میں لپیٹ دینا۔ کفن میں اسراف نہ کرنا۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔

سنور اور پٹیالہ کی جماعت تجہیز و تکفین میں شریک تھی۔ اسٹیشن پٹیالہ کے قریب جو قبرستان ہے اس میں دفن ہوئے۔

اللہ تعالے اپنے قرب میں جگہ دے۔ اور یہ اخلاص خدا تعالٰی مجھ کو اور میری اولاد کو بھی دے آمین۔

خادم
محمد حسن آسان احمدی

میں کیونکر احمدی ہوا

جناب فضل الدین صاحب مستری از علیوال جٹاں مہاجر قادیان کے حالات

میں ابتدائی عمر یعنی شباب کی حالت میں ایک آزاد خیال اور آزادی پسند آدمی تھا۔ چند سال اسی آزادی میں گذر گئے نماز سے کوئی تعلق اور نہ روزوں سے کچھ کام۔ ہر وقت برے کاموں میں لگا رہنا بڑا فخر سمجھتا تھا۔ اتفاقاً چند لڑکے جو ہمارے ہم مکتب رہ چکے تھے اور شریف اور اعلیٰ خاندانوں سے تھے۔ ایکدن وہ مجھ کو اپنے مرشد کے پاس لیگئے جو نقشبندی خاندان سے تھا۔ وہ بزرگ ہمارے ہی گاؤں میں رہتا تھا۔ پس ان کے کہنے سے میں اس بزرگ کا مرید ہو گیا۔ اور بیعت کر لی۔ چونکہ وہ بزرگ اپنے آپ کو شریعت اسلام کا پابند اور اپنے سلسلہ کو حضرت ابابکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ملاتا تھا اسواسطے اس نے مجھ کو پنجگانہ نماز اور روزوں کی تاکید فرمائی اور کہدیا کہ نماز تہجد کبھی بھی نہ چھوٹنی چاہیئے۔ اور ساتھ ہی کچھ وظائف فرما کر یہ حکم دیا کہ جو خواب آئے وہ کسی سے بیان نہ کرنی چاہیئے۔ اور بغیر ہمارے کسی سے اس خواب کی تعبیر نہ دریافت کیجاوے۔ لہذا اس دن سے میں نماز روزے کا پابند ہو گیا اور نماز تہجد بھی میں نے شروع کر دی۔ اور اس عرصہ میں مجھ کو کئی خوابیں آئیں۔ لیکن کسی سے مینے وہ خوابیں بیان نہ کیں اور نہ ہی کسی سے تعبیر پوچھی۔ چونکہ میں کام معماری کا کرتا تھا۔ اور گاؤں میں کام نہ ملنے کے سبب سے میں بہ اجازت اپنے مرشد معہ اپنی اہلیہ کے امرتسر .... چلا گیا۔ ایک مکان کرایہ پر لیکر رہنے لگا اور وہیں کام کرتا رہا۔ ایک روز میں بعد نماز تہجد و درود و وظائف میں مشغول تھا۔ نیند نے غلبہ کیا اور میں اسی جانماز پر لیٹ گیا۔ خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ ایک فوج فرشتوں کی بشکل انسانی آسمان سے اتر رہی ہے۔ اور وہ فوج چند قدم کے فاصلہ پر میرے اردگرد ایک گول دائرہ کی طرح حلقہ کرکے بیٹھ گئی ہے۔ اور ان کا ایک افسر جو عہدہ جرنیلی کا رکھتا تھا وہ میرے پاس آ کر بیٹھ گیا۔ پھر تھوڑی دیر بعد آسمان سے ایک تخت زریں اترا۔ اور تمام فوج ...... استقبال کے واسطے کھڑی ہو گئی۔ اور ان فرشتوں نے جو تخت کو اٹھائے ہوئے تھے اس حلقے کے درمیان میں رکھدیا جب میں نے بغور تخت کو دیکھا تو اسپر دو بزرگ مسلم شکل نورانی چہرے پر گویا ہر طرف آئینے نوری نور برس رہا ہے اور اس نور کو دیکھ کر میری آنکھیں چندھیا گئیں

اور مجھ میں اتنی ہمت نہ رہی کہ نظر اُٹھا کر ان بزرگوں کو دیکھوں۔ تب میں نے اس افسر سے جو میرے پاس بیٹھا تھا پوچھا لیکن آہستہ سے بہ سبب رعب کے کہ یہ کون بزرگ ہیں؟ تب اس افسر نے مجھ کو کہا کہ جو بزرگ تخت زریں پر دائیں جانب تکیے کے سہارے رونق افروز ہیں وہ ہمارے اور خدا کے پیارے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور جو بزرگ بائیں جانب تخت پر بیٹھے ہیں وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے ابن مریم ہیں۔ میں نے افسر سے کہا کہ ابن مریم تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نام ہے۔ جو بنی اسرائیل کا نبی تھا اور زندہ ہی آسمان پر اُٹھایا گیا تھا کیا وہی ابن مریم ہے؟ تب افسر نے کہا کہ یہ وہ نبی نہیں ہیں وہ تو فوت ہو چکے ہیں۔ یہ صرف محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے پیارے ابن مریم ہیں اور آپ کی اُمت میں سے ہیں اس کے بعد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبان مبارک سے اسی افسر کو فرمایا کہ با آواز بلند لوگوں کو سنا دے کہ حبیبہ۔ ہمارا پیارا ابن مریم آدے اس کی تابعداری کرنی اور جس نے تابعداری نہ کی وہ مجھ سے نہیں ہے۔ یہی باتیں میں سن رہا تھا کہ میری بیوی نے مجھ کو جگا دیا کہ صبح کی اذان ہو گئی ہے آپ تہجد کے بعد کبھی سوئے نہ تھے اُٹھو اور نماز کو مسجد میں جاؤ۔ میں اپنی اہلیہ پر بہت غصے ہوا کہ تو نے مجھے کیوں جگایا۔

خیر اگلے روز میں علی الصباح ہی اپنے گاؤں کو چلا گیا اور تمام ماجرا میں نے اپنے خواب کا اپنے مرشد کو سنا دیا اُنھوں نے کہا مبارک ہو تم کو کہ تم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرف ہوئے اور آنجناب کی تم کو زیارت نصیب ہوئی پھر اس بزرگ نے کہا کہ ہم اب چند یوم تک علاقے غیر میں ہوں گے۔ کیونکہ عنقریب ابن مریم ظاہر ہونے والے ہیں بلکہ اصل بات یہ ہے کہ یہ زمانہ حضرت مسیح موعود کا ہی زمانہ ہے۔ خوش نصیب وہ ہے جو اس کو قبول کرینگے۔ اس کے بعد میں رخصت ہو کر امرتسر چلا آیا۔ اور آتے ہی میں نے ایک بابو اوورسیر کے ذریعہ محکمہ انہار میں مستری کی ملازمت اختیار کر لی۔ اور اس ملازمت میں بھی مجھ کو بہت سی خوابیں آتی رہیں اور بہ سبب منع کرنے مرشد کے میں نے کسی پر ظاہر نہ کیں اور پندرہ بیس سال تک میں نے ملازمت کی بعدہٗ میرا دل نوکری سے بیزار ہو گیا۔ اور ملازمت چھوڑ کر اپنے گاؤں میں چلا آیا۔ اور اپنے گھر پر رہنے لگا۔ ایک مولوی محمد چراغ صاحب مرحوم جو بندہ کے اُستاد بھی تھے اور برادری کے رشتے میں میرے ماموں لگتے تھے۔ جب میں نوکر ہو گیا تھا۔ اس وقت وہ پکے اہل حدیث تھے۔ جب میں ملازمت چھوڑ کر اپنے گھر میں رہنے لگا تو مجھکو معلوم ہوا کہ وہ احمدی ہیں اور حضرت مرزا صاحب کی بیعت میں داخل ہیں۔ اور میرے ساتھ سلسلہ عالیہ احمدیہ کی گفتگو شروع کر دی۔ لیکن میں نے کوئی دلچسپی ظاہر نہ کی کیونکہ میں تو فقیروں کا معتقد تھا۔ اور جانتا تھا کہ فقیر ہی اصل شریعت کے مالک ہیں۔ اس واسطے میں مولوی صاحب کو کوئی جواب نہ دیتا اور یہ کہہ کر ٹال دیتا کہ ہاں آجکل ایسے لوگوں نے دکانداریاں بنا رکھی ہیں اور خلق خدا کو دھوکہ دیتے رہتے ہیں۔ تاکہ اپنا الو سیدھا کریں۔ ایک روز میں نے ارادہ کیا کہ اپنے مرشد سے اس سلسلہ کی تحقیقات کراؤں۔ کہ یہ دعویٰ حضرت مرزا صاحب کا منجانب اللہ ہونے کا واقعی سچا ہے یا دھوکہ دہی ہے۔ جب میں ان کے مکان پر پہنچا اور پیر صاحب کے لڑکے سے دریافت کیا کہ حضرت پیر صاحب کہاں ہیں تو اس نے گریہ وزاری کرتے ہوئے جواب دیا۔ کہ پیر صاحب تو دو ماہ ہوئے کہ اس دنیا سے گذر گئے اور اگلی دنیا میں جا پہونچے۔ اور ہم آپ کو پیر صاحب کی فوتیدگی کی اطلاع دینی بھول گئے۔ معاف فرمائیں۔ یہ سنتے ہی مجھ کو بڑا رنج اور صدمہ ہوا اور میں با دل گریاں اپنے گھر کو چلا آیا ایک دن پھر ہمارے مولوی صاحب نے کہا کہ تم خواندہ آدمی ہو حضرت صاحب کی تصنیفات دیکھنی چاہئیے۔ میں نے کہا کہ بہت اچھا۔ پس اُنھوں نے اسی وقت مجھ کو ایک کتاب جس کا اسم شریف جلسہ مذاہب ہوتیہ پڑھنے کو دی وہ کتاب میں نے ساری ختم کر لی۔ پھر انھوں نے مجھ کو براہین احمدیہ ہر چہار جلد عنایت فرمائیں۔ جب میں نے یہ کتاب ساری ختم کی۔ تو معاً میرے دل میں یہ بات ڈالی گئی۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نہ کوئی ایسا شخص لائق گذرا ہے۔ اور نہ کسی نے آپکے بعد ایسی کتاب شائع کی ہے جو تمام دنیا کے غیر مذاہب کو اسلام کی حقانیت پر دعوت دے اور دس ہزار روپیہ کا اشتہار بھی ساتھ ہی دیوے۔ اس کے چند دن بعد میرا دل پھر مذاہب کے دریا میں غوطہ لگانے لگا۔ دلمیں یہ بات پیدا ہو گئی کہ اگر یہ شخص جسنے ایسی کتاب شائع کر کے دنیا کے سامنے پیش کی ہے سچا ہے تو اگر میں نے بیعت کی تو سچے کی بیعت کی۔ اگر خدانخواستہ وہ اپنے دعوے میں جھوٹا ہوگا تو میں کاذب کی بیعت میں داخل ہوں گا۔ لیکن یہ خیال ایسا پکا دل میں جگہ پکڑ گیا۔ اور دو ماہ تک اسی خیال پر قائم رہا۔ مولوی صاحب ہر چند سمجھاتے لیکن دل نہ مانتا۔ ایک دن رمضان المبارک کی پہلی تاریخ کو میں نے خدا تعالیٰ سے بخشوع خضوع یہ دعا کی کہ اے زمین و آسمان کے پیدا کرنے والے اور بواسطہ اپنے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پیارے کے اگر یہ شخص جو مسیح موعود ہونے کا... دعوےٰ کرتا ہے۔ سچا ہے۔ اور تو نے ہی مامور کر کے دنیا کی اصلاح کے لئے نازل فرمایا ہے تو تو ہی اپنی ستاری سے مجھکو کوئی نشان ظاہر یا خواب کے ذریعہ سے دکھا دے اگر مجھ کو کوئی نشان نہ دکھایا تو میرے پر قیامت کو تیری کوئی حجت نہ رہے گی۔ کیونکہ مجھ میں اتنی قوت نہیں کہ سچے اور جھوٹے میں امتیاز کر سکوں۔

جب زیادہ دن رمضان المبارک کے گذرے اور میں سحری کھا کر جائے نماز پر لیٹ گیا تو خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ میں اور میرے ساتھ ایک اور آدمی کسی شہر کو جا رہے ہیں۔ چلتے چلتے راستے میں ایک باغ نظر آیا۔ جس کی چار دیواری قریباً تین فٹ اونچی ہے۔ چار دیواری کے پاس جا کر کیا دیکھتے ہیں کہ باغ گویا بہشت کا نمونہ ہے اور نہریں جاری ہیں۔ لیکن پانی تھوڑا تھوڑا چلتا ہے۔ اور عالیشان محل ہیں۔ ہم نے ارادہ کیا کہ باغ کے اندر جا کر سیر کریں لہذا ہم دونوں چار دیواری پھاند کر اندر جانا چاہتے تھے۔ لیکن چار دیواری کو پھاند کر ہم اندر نہ جا سکے۔ پھر ہمنے ارادہ کر لیا کہ ضرور بالضرور اندر جا کر باغ کو دیکھیں گے۔ چلو اب اس کا دروازہ معلوم کر کے اندر چلیں۔ چنانچہ ہم تین طرف اس باغ کے پھرے۔ لیکن ہم کو دروازہ معلوم نہ ہوا۔ یعنی شمال و جنوب مغرب۔ پھر ہم مشرق کی طرف چلدیئے کہ شاید اسطرف سے ہم کو دروازہ مل جاوے جب ہم باغ کی مشرقی جانب روانہ ہوتے۔ تو تھوڑی دور کے فاصلہ پر ہمکو ایک بزرگ نورانی چہرہ ایک درخت کے سایہ میں بیٹھا نظر آیا۔ وہ بزرگ ہم کو ہاتھ مبارک کے اشارے سے پکار رہا ہے کہ اے لوگو! تم ادھر ہماری طرف آؤ تاکہ ہم تمکو اس باغ کا دروازہ بتلا دیں۔ اگر تم ہماری طرف نہ آؤ گے تو تم کو تمام عمر باغ کا دروازہ معلوم نہ ہوگا۔ جب ہم اس بزرگ کے پاس پہونچے تو معاً مجھ کو وہ خواب جو پندرہ بیس سال پیشتر امرتسر میں آئی تھی خواب میں یاد آ گئی۔ اور میں نے دل میں کہا کہ اس بزرگ کو میں نے تخت پر رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خواب میں دیکھا تھا۔ چنانچہ میں نے عرض کی کہ حضرت آپ کون بزرگ ہیں اور کس خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔ تو حضور نے فرمایا کہ ہم ابن مریم ہیں اور مسیح موعود اور وہ دیکھو باغ کا دروازہ ہے۔ جاؤ سیر کرو۔ چنانچہ ہم دونوں باغ کے اندر چلے گئے۔ اور خوب سیر کی۔ اتفاقاً مجھ کو پیاس کا بہت غلبہ ہوا۔ اور اپنے ساتھی کو کہا کہ یار مجھ کو پیاس بہت لگی ہے کہیں سے پانی پئیں۔ کیونکہ نہر کا پانی بہت نیچے ہے۔ اور وہاں ہاتھ نہیں پہونچتا۔ ہم پیاس سے عاجز ہو کر ایک درخت کے سایہ میں بیٹھ گئے۔ تھوڑی دیر بعد ایک دس بارہ سال کی عمر کا لڑکا ہاتھ میں ایک پیالہ بشکل بصفوی لئے ایک محل سے برآمد ہوا۔ اور میرے ہاتھ پر رکھ کر کہا کہ تم اس کو پی لو۔ اور پوچھو نہیں اس میں کیا چیز ہے چنانچہ مجھ کو پیاس تو تھی ہی میں نے اس سے جلدی سے پیالہ لے کر نصف کے قریب پی گیا۔ اور باقی ماندہ اپنے ساتھی کو دے دیا۔ تب اس لڑکے نے اسکے ہاتھ سے پیالہ چھین کر ہم کو دے دیا۔ اور کہا کہ یہ تمہارا ہی حصہ ہے۔ اس میں اس کا کوئی حصہ نہیں ہے چنانچہ اس بات سے میرا ساتھی شرمندہ سا ہو کر کہنے لگا۔ چلو باہر چلیں ہمکو بہت دیر ہو گئی ہے اور ابھی ہمنے بہت دور جانا ہے۔ پس ہم جلدی دروازے کی طرف آئے۔ میرا ساتھی بہت ہی تیزی سے دروازہ کے باہر چلا گیا۔ اور میں ابھی اندر ہی تھا کہ ہمارے مولوی صاحب کے لڑکے نے مجھ کو جگا دیا اور کہنے لگا کہ کیا سبب ہے کہ آپ سحری کھانے کے بعد منزل قرآن شریف کی پڑھتے تھے۔ اور اب غیر معمولی نیند کے مزے لے رہے ہیں۔ میں اس پر بہت خفا اور غصے ہوا۔ اور کہا کہ میں اس وقت ایک عمدہ خواب دیکھ رہا تھا۔ تم نے بہت برا کیا جو مجھ کو بیدار کر دیا اس نے جواب دیا کہ بندہ خدا صبح کی اذان ہو گئی ہے اور مولوی صاحب مسجد میں .... کہ ہماری تمہاری انتظاری کرتے ہونگے۔ اٹھو اور چلو نماز پڑھیں۔ لہذا ہم دونوں مسجد چلے گئے۔ اور وضو کر کے مولوی صاحب کے ساتھ نماز با جماعت ادا کی۔ بعد نماز میں نے سب حالات خوابوں کے اور جسطرح سے میں نے خدا تعالیٰ سے دعا مانگی تھی مولوی صاحب کو سنائے۔ اس جگہ میں یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتا کہ سوائے ان دونوں خوابوں کے حضرت مسیح موعود کو ظاہری طور پر نہ دیکھا تھا۔ اور نہ ہی میں کبھی قادیان آیا اور نہ دیکھا تھا۔ لہذا اس خواب کے بیان کرنے سے مولوی صاحب نے فرمایا کہ جو آپ نے باغ اور نہریں خشک دیکھی ہیں اس سے مراد باغ شریعت ہے۔ اور نہریں علمائے زمانہ ہیں جو خشک ہیں۔ اصل شریعت ان کے پاس نہیں ہے۔ اور محل اور پیالہ بصفوی اور لڑکا

یہ سب عمل ہیں جو پورے نہیں ہیں۔ اور جو مشرق کی طرف اشارہ ہے۔ وہ یہ ہے کہ ہمارے گاؤں سے قادیان خاص مشرق میں واقع ہے۔ خواہ حدیث مشرق والی سمجھ لیجئے۔ جس میں لکھا ہے کہ مشرق میں نازل ہوگا۔ اور وہ بزرگ جس کا آپنے حلیہ بیان کیا ہے وہ حضرت مرزا غلام احمد مسیح موعود اور مہدی مسعود علیہ السلام ہیں۔ اور ہاتھ کے اشارے سے ادھر آؤ سے مراد یہ ہے کہ جب تک ہمارے سلسلہ میں بذریعہ بیعت داخل نہ ہوگے تب تک شریعت اسلام اور بہشت کے دروازے کا آپ کو راستہ نہ ملے گا۔ اور جو چیز لذیذ پیالہ سے آپنے پی ہے۔ وہ بھی بیعت ہے۔ اور دوسرا اس سے محروم رہے گا۔ لہذا جو نشان آپنے مانگا تھا وہ نشان خداوند کریم نے تم کو دکھا دیا۔ اچھا ہم نے اس جمعہ کو قادیان جانا ہے۔ آپ بھی ہمارے ساتھ چلیئے۔ اگر آپ کی خوابوں کے مطابق وہ بزرگ حضرت صاحب ہوئے تو مان لینا۔ ورنہ کوئی جبراً آپ کو نہیں منوائے گا۔ اور نہ ہی آپ جبراً مان سکتے ہیں۔ الغرض ہم اگلے روز جمعرات کو اپنے گاؤں سے قادیان کو روانہ ہوگئے۔ ہم چار آدمی تھے۔ جو قادیان کو روانہ ہو گئے۔ ایک میں اور دوسرے مولوی صاحب تیسرا ایک شخص کمہار تھا۔ وہ بھی بیعت کرنے کے لئے آیا تھا۔ چوتھا آدمی وہ تھا۔ جو خواب کے اندر باغ میں پانی پینے سے محروم کر دیا گیا تھا۔ خیر ہم عصر اور مغرب کے درمیان قادیان پہونچے۔ اور مجھ کو سخت بخار ہوگیا۔ اور مولوی صاحب محمد چراغ نے حضرت صاحب کو کہلا بھیجا۔ اور اسیوقت حضرت صاحب باہر تشریف فرما ہوتے مولوی صاحب نے بعد مصافحہ السلام علیکم کہا کہ حضور ہمارا لڑکا جو حق کی جستجو میں یہاں آیا ہے اور روزے کے ساتھ آیا ہے۔ حضرت صاحب نے مجھ کو دیکھ کر مولوی صاحب کو فرمایا کہ مولوی صاحب! آپ نے اس لڑکے کو روزے کے ساتھ سفر کیوں کرنے دیا۔ اگر راستے میں کوئی مرض اور لاحق ہو جاتا تو آپ کیا کرتے یہ قرآن کریم کی منشاء کے خلاف ہے۔ خیر ہم دوائی بھیج دیتے ہیں۔ انشاء اللہ آرام ہو جاوے گا۔ دوائی شاید حضرت حامد علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ حضور نے روانہ فرمائی۔ دوائی پینے ہی پی۔ اور دو گھنٹے بعد مجھ کو آرام ہوگیا۔ اسوقت میں نے بخار کی بے ہوشی میں حضرت صاحب کو اچھی طرح نہ پہچانا۔ اگلے روز جمعہ تھا۔ بعد فراغت ضروریات جمعہ سے اور کھانے کے ہم لوگ جلدی مسجد اقصیٰ کو چلے آئے۔ اول مولوی عبد الکریم صاحب اور بعدہٗ خلیفہ اول رضی اللہ عنہ تشریف لائے۔ اور انکے بعد حضرت مسیح موعود تشریف فرما ہوتے۔ اور میں نے فوراً پہچان لیا کہ یہی وہ بزرگ جو دو دفعہ خواب میں مجھ کو دکھائے گئے ہیں۔ اور میں نے مولوی صاحب کو بھی کہدیا کہ یہی ابن مریم ہیں۔ جو مجھ کو خوابوں میں ملے ہیں۔ اب ہمارے مولوی صاحب کو تسلی ہوگئی۔ کہ اب یہ خود ہی بیعت کر لے گا۔

الغرض خطبہ مولوی عبد الکریم صاحب رضی اللہ عنہ نے پڑھا۔ اور اغلب ہے کہ جمعہ بھی انھوں نے پڑھایا ہو۔ بعد نماز جمعہ آواز دیگئی کہ جس نے بیعت کرنی ہو بیعت کر لیوے چنانچہ بہت سے لوگ اسدن بیعت کیواسطے آگے بڑھے ان لوگوں کے ساتھ ہمارا چوتھا ساتھی جو کمہار تھا وہ بھی آگے چلا گیا۔ جب وقت میں بھی بیعت کیواسطے چلا تو ہمارے ساتھی نے جو پچھلی خواب میں ہمارے ساتھ تھا بیعت کرنے سے مجھ کو روک دیا۔ اور یہ وسوسہ ڈالدیا کہ تم مرزا صاحب کی کتابیں پڑھتے رہے ہو۔ وہی خیالات مجسم ہو کر تم کو خواب میں نظر آتے رہے ہیں۔ بس اور کچھ نہیں یہ سب تمہاری دماغی کمزوری ہے چونکہ میں بھی دماغ کا کمزور ہی تھا۔ اسواسطے اس نے مجھ کو بیعت کرنے سے روکدیا

لہذا ہم اگلے روز علی الصباح چاروں آدمی قادیان سے اپنے گاؤں کو باجازت حضرت صاحب روانہ ہوئے۔ جب وقت ہم سب لوگ بٹالہ سے آگے جو سڑک موضع علیوال کو جاتی ہے اسپر ایک گاؤں مولے وال کے برابر پہونچے تو مولوی صاحب نے مجھ سے پوچھا کہ تم نے بیعت کرلی تو میں نے جواب دیا کہ نہیں۔ انھوں نے کہا کیوں نہیں کی؟ جب تم نے اپنی خوابوں کے مطابق سب کچھ دیکھ لیا تو پھر تم نے بیعت سے انکار کیوں کیا؟ میں نے جواباً عرض کیا کہ اس شخص نے مجھ کو بیعت سے روکدیا کہ تم کتابیں مرزا صاحب کی دیکھتے رہے ہو۔ وہی خیالات مجسم ہو کر تمہارے سامنے آگئے ہیں۔ بس اور کچھ نہیں۔ پس یہ سنتے ہی مولوی صاحب ہم سے اور اس شخص سے جو مولوی صاحب کا چچازاد بھائی تھا سخت ناراض ہوئے اور مجھے کہنے لگے بس ہمارا تمہارا کوئی تعلق استادی یا شاگردی یا رشتہ داری کا نہیں رہا۔ خیر ہم عصر کی نماز کیوقت اپنے گاؤں میں پہونچے۔ نماز بھی انھوں نے اکیلے ہی پڑھی۔ اس کے بعد میں چار پانچ روز گاؤں میں رہا۔ لیکن مولوی صاحب مجھ سے ناراض ہی رہے۔ اتفاقاً موضع بھانبڑی سے مجھ کو بابو جان محمد سب اوورسیر کا خط آیا کہ میں تبدیل ہو کر کوٹھی نہر ہر چوال میں آگیا ہوں میرے پاس کام بہت ہے۔ اور میں نے سنا تھا کہ آپ ملازمت چھوڑ کر آگئے ہیں۔ لہذا خط دیکھتے ہی موضع بھانبڑی یا کوٹھی نہر ہر چووال میں آجاؤ۔ میرا دل پہلے ہی اداس تھا میں خط کے اگلے روز بمقام کوٹھی ہر چووال براستہ قادیان پہنچ گیا۔ اور بابو صاحب بخندہ پیشانی خاطر تواضع سے پیش آیا اور اگلے روز مجھ کو کام سپرد کر دیا گیا اور میں کام میں مصروف ہوگیا

جب تیسرا دن ہوا تو رات کو مجھکو پھر تیسرا خواب آیا اور کیا دیکھتا ہوں کہ خواب میں حضرت مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود علیہ السلام میرے پاس آن کر بیٹھ گئے ہیں۔ اور میں جلدی سے اٹھکر واسطے تعظیم کے جو پیروں میں دستور ہے۔ پاؤں کو بوسہ دینے کے لئے اپنے سر کو جھکا دیا۔ لیکن حضرت صاحب نے مجھ کو اپنے ہاتھ مبارک سے روکدیا۔ اور فرمایا کہ یہ شرک ہے۔ اور حضرت نے فرمایا کہ سنو میاں فضل الدین تم نے خدا سے نشان بذریعہ دعا مانگا تھا۔ ان الفاظ میں کہ خداوندا اگر مجھ کو ظاہری یا خواب کے ذریعہ سے کوئی نشان تو نے نہ دکھایا تو قیامت کو میرے پر تیری کوئی حجت نہ ہوگی کہ تم نے میرے مسیح موعود کو کیوں نہ مانا۔ پس اب تم پر اب حجت قائم ہوگئی کیونکہ نشان تم کو مل گیا اور بس۔ اتنی بات فرما کر آپ چلدیئے۔ اور میں خواب سے بیدار ہو کر رونے لگا اور اتنا رویا کہ آنسوؤں سے میرا گریبان تربتر ہوگیا۔ اور اسوقت میں بغیر اطلاع بابو صاحب قادیان کو برہنہ پا بھاگا۔

اتفاقاً ایک شخص مجھ کو بھاگتا دیکھ رہا تھا اس نے جا کر بابو صاحب کو کہا کہ مستری صاحب کو میں بھاگا جاتا دیکھ رہا تھا۔ شاید وہ اپنے گاؤں کو جاتا ہے۔ اسیوقت بابو صاحب گھوڑی پر سوار ہو کر میرے پیچھے بھاگے اور مجھ کو سڑک کے پل پر آکر پکڑ لیا۔ جو تتلہ کا پل ہے۔ اور کہنے لگے کہ آپ کو کیا ہوگیا ہے کہ بغیر میری اجازت کے اپنے گاؤں بھاگے جا رہے ہو۔ خیر ہے؟ میں نے کہا کہ بابو صاحب مجھ کو چھوڑ دیجئے میں اپنے گاؤں کو نہیں جا رہا بلکہ قادیان شریف کو بھاگا جا رہا ہوں۔ وہ قادیان کا نام سنتے ہی آگ بگولا ہوگیا۔ کیونکہ وہ بھی مخالف تھا۔ بلکہ اب تک بھی مخالف ہی ہے۔ غرض وہ چھوڑتا نہ تھا۔ اور میں چھوڑنے پر اصرار کر رہا تھا۔ اور پھر میں نے اپنا مطلب نکالنے کے لئے بمنت اور عاجزی سے کہا کہ بابو صاحب مجھ کو جانے دو۔ ورنہ میں اپنے آپ کو یہاں ہی ہلاک کر دوں گا۔ کیونکہ اب میرے بس کی بات نہیں۔ اور میں دل سے ایمان خدا کی قسم کھا کر اقرار کرتا ہوں کہ تیسرے یا چوتھے دن کے بعد خدمت میں حاضر ہو جاؤں گا۔ خیر اس نے مجھ کو چھوڑ دیا۔ میں رستے چلتا جاتا تھا۔ اور دل میں کہتا کہ یا الٰہی دعا تو میں نے رات کیوقت اپنے گاؤں میں مرزا صاحب کے مامور من اللہ ہونے کے بارے میں تجھ سے کی تھی اور نشان مانگا تھا۔ اور یہ بھی عرض کی تھی کہ الٰہی اگر تو نے مجھ کو نشان نہ دکھایا۔ تو قیامت کے دن مجھ پر تیری کوئی حجت نہیں۔ لہذا مرزا صاحب سچے اور خدا کے مامور ہی ہیں۔ اسواسطے تو خدا نے میرے دل کی بات مرزا صاحب کو بتا دی ہے۔ اگر مرزا صاحب خدا کے مامور نہ ہوتے تو آپ یہ نہ کہتے کہ نشان تم کو مل گیا اور حجت تم پر پوری ہوگئی۔

پس میں قادیان آگیا۔ اور اب جہاں بک ڈپو کا دفتر ہے اور ایک چاہ دفتر کے پیچھے ہے یہاں پر ایک پریس ہوتا تھا۔ اور پریس پر مرزا اسمٰعیل پریسمین کام کرتا تھا ان کے پاس جا بیٹھا۔ اور کہا کہ میں نے حضرت صاحب سے ملنا ہے بلکہ بیعت کرنی ہے اس نے کہا کہ ظہر کی نماز کیوقت آپ مسجد میں تشریف لاتے ہیں آپ ملاقات کرلیں۔ اسدن آپ ظہر کی نماز اور عصر کی نماز کیوقت تشریف فرما نہ ہوئے۔ البتہ مغرب کی نماز کیوقت تشریف فرما ہوئے۔ اور میں اچھی طرح سے دیدار سے مشرف ہوا۔ بعد نماز مغرب میں نے عرض کی کہ حضور میں نے بیعت کرنی ہے آپنے فرمایا کہ تیسرے دن آپ کی بیعت لے جاوے گی۔ العقصہ میں تین روز تک مہمان خانہ میں رہا۔ اور چوتھے روز میں نے اور میر قاسم علی صاحب ایڈیٹر فاروق نے اکٹھی بیعت کی اور تیسرا ایک اور شخص تھا جس کا مجھے نام بھی یاد نہیں رہا۔

ہم تینوں نے بیعت کی اور سلسلہ عالیہ احمدیہ میں داخل ہوئے ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ ذوالفضل العظیم۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ملفوظات

سلسلہ کے لئے دیکھیے اخبار الحکم ۱۴ اکتوبر ۱۹۳۴ء

یاد رکھنا چاہیئے کہ انسان کی پیدائش ایک روح کا حصہ ہے دوسرا نفس کا جو بہت پھیلا ہوا ہے۔ اب آپ لوگ یہ بات آسانی سے سمجھ سکتے ہیں کہ جو چیز زیادہ ہوگی اُس کا اثر زیادہ ہوگا۔ روح کا جوش ایسا ہے جیسے کوئی غریب الوطن ناواقف لوگوں میں آکر بسے۔ پس روح جو گمنام حالت میں ہوتی ہے اُس پر بہت کم اثر ہوتا ہے روح کے اثر کی علامت یہ ہے کہ جب ربانی واعظ اور **حقانی ریفارمر** بولتا ہے تو وہ اپنے وعظ میں سامعین کو کالعدم سمجھتا ہے۔ اور پیغام رساں ہو کر باتیں پہنچاتا ہے ایسی صورت میں روح میں ایک گدازش پیدا ہوتی ہے یہاں تک کہ وہ پانی کے ایک آبشار کی طرح جو پہاڑ کے بلند کراڑے سے نشیب کی طرف گرتا ہے بے اختیار ہو کر گرتی ہے۔ خدا تعالیٰ کی طرف سے بہتی ہے۔ اور اس بہاؤ میں وہ ایک ایسی لذت اور سرور محسوس کرتی ہے۔ جس کو میں الفاظ میں بیان نہیں کر سکتا۔ پس وہ اپنے بیان اور اپنی تقریر میں وجہ اللہ کو دیکھتا ہے سامعین کی اُسے پرواہ نہیں ہوتی کہ وہ سُن کر کیا کہیں گے۔ اُس کو ایک اور طرف سے ایک لذت آتی ہے اور اندر ہی اندر خوش ہوتا ہے کہ میں اپنے مالک حکمران کے حکم اور پیغام کو پہنچا رہا ہوں۔ اسی پیغام رسانی میں جو مشکلات اور تکالیف اُسے پیش آتی ہیں۔ وہ بھی اس کے لئے محسوس اللذت اور مدرک الحلاوت ہوتی ہیں۔

ایسے لوگ چونکہ بنی نوع کی ہمدردی میں محو ہوتے ہیں اس لئے رات دن سوچتے رہتے ہیں اور اسی فکر میں کڑھتے ہیں کہ یہ لوگ کسی نہ کسی طرح اس راہ پر آجائیں اور ایک بار اس چشمہ سے ایک گھونٹ پی لیں۔ یہ ہمدردی یہ جوش ہمارے سید و مولیٰ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم میں غایت درجہ کا تھا۔ اس سے بڑھ کر کسی دوسرے میں ہو سکتا ہی نہیں۔ چنانچہ آپ کی ہمدردی اور غمگساری کا یہ عالم تھا کہ خود اللہ تعالیٰ نے اس کا نقشہ کھینچ کر دکھایا ہے **لعلک باخع نفسک ان لا یکونوا مومنین** یعنی کیا تو اپنی جان کو ہلاک کر دے گا۔ اس غم میں یہ کیوں مومن نہیں ہوتے۔ اس آیت کی حقیقت آپ پورے طور پر سمجھ سکیں تو جدا امر ہے۔ مگر میرے دل میں اس کی حقیقت یوں بھرتی ہے جیسے بدن میں خون ؎

بلبل درد کہ دارم از برائے طالبان حق
نے گردد بیاں آں درد از تقریر کوتاہم

میں خوب سمجھتا ہوں کہ ان حقانی واعظوں کو کس قسم کا جانگزا درد اصلاح خلق کا لگا ہوا ہوتا ہے۔ پھر یہ بھی سمجھنا چاہیئے کہ معلم جس ڈھنگ اور طاقت کا ہو اسی کا اثر اسی حیثیت سے حسب الاستعداد سننے والوں پر ہوا ہے۔ بشرطیکہ استعداد میں قابلیت ہو۔ جو لوگ خدا تعالیٰ سے زیادہ مناسبت رکھتے ہیں۔ اور خوف اور خشیت رکھتے ہیں اُن پر اثر زیادہ ہوتا ہے۔ اس کا نشان یہ ہے کہ روح تزکیہ نفس کے لئے دوڑتی ہے۔ اور بے اختیار ہو ہو کر خدا تعالیٰ کی طرف جاتی ہے۔ اگر نفس امارہ کے ساتھ تعلق زیادہ ہے۔ اور اسکی حکومت کے نیچے ہے۔ تو طبیعت میں ایک اضطراب اور قلق سا پیدا ہوتا ہے۔ اس کی باتوں سے نفرت معلوم ہوتی ہے وہاں بیٹھنے اور سننے کو جی نہیں چاہتا۔ بلکہ گھبراہٹ معلوم ہوتی ہے۔ جب انسان اس قسم کی بے چینی اور بے لذتی ایک حقانی واعظ کی باتوں سے اپنے دل میں پائے تو اس کو واجب ہے کہ وہ اپنی روح کا فکر کرے کہ وہ ہلاکت کے گڑھے میں پہنچی ہوئی ہے۔ خدا کی باتوں سے بے لطفی اور بے ذوقی اس سے بڑھ کر دنیا میں ہلاک کرنے والی چیز کیا ہوگی۔ اس کا علاج کیا ہے۔ اسکا علاج استغفار۔ خدا کے حضور رجوع۔ اپنے گناہوں کی معافی کے لئے دعائیں اور ان پر دوام۔ اگر اس نسخہ کا استعمال کیا جائے تو میں یقیناً کہہ سکتا ہوں کہ اس بے لطفی سے ایک لطف اور اس بے ذوقی میں سے ایک ذوق پیدا ہو جائے۔ پھر وہی روح جو خدا کے حضور جانے سے بھاگتی اور خدا کی باتوں کے سننے سے نفرت کرتی تھی خدا کی طرف گیند کی طرح لڑکتی ہوئی چلی جائیگی

نفس کی تین قسمیں ہیں **امارہ۔ لوامۃ۔ مطمئنہ** مطمئنہ کی حالت نفس زکیہ کہلاتی ہے۔ نفس زکیہ بچوں کا نفس ہوتا ہے۔ جس کو کوئی ہوا نہیں لگی ہوتی ہے۔ اور وہ ہر قسم کے نشیب و فراز سے ناواقف ایک ہموار سطح پر چلتے ہیں۔ نفس امارہ وہ ہے۔ جبکہ دنیا کی ہوا لگتی ہے۔ نفس لوامہ وہ نفس ہے۔ جبکہ ہوش آتی ہے۔ اور لغزشوں کو سوچتا ہے اور کوشش کرتا ہے اور بدیوں سے بچنے کے لئے دعا کرتا ہے۔ اپنی کمزوریوں سے آگاہ ہوتا ہے۔ اور نفس مطمئنہ وہ ہوتا ہے جبکہ ہر قسم کی بدیوں سے بچنے کی بفضل الٰہی قوت اور طاقت پاتا ہے اور ہر قسم کی آفتوں اور مصیبتوں سے اپنے آپ کو امن میں پاتا ہے۔ اور اس طرح پر ایک برودت اور اطمینان قلب کو حاصل ہوتا ہے۔ کسی قسم کی گھبراہٹ اور اضطراب باقی نہ رہے۔ اس کی مثال اسطرح کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کے وجود میں تین قسم کی حکومت رکھی ہے ایک دماغ۔ دوسرا دل۔ تیسری زبان۔

دماغ عقول اور براہین سے کام لیتا ہے۔ اور اس کا یہ کام ہے کہ ہر وقت وہ ایک تراش خراش میں لگا رہتا ہے۔ اور نئی نئی براہین اور حجج سوچتا رہتا ہے۔ اس کے سپرد یہی خدمت ہے کہ وہ مقدمات مرتب کر کے نتائج نکالتا رہتا ہے قلب تمام وجود کا بادشاہ ہے۔ یہ دلائل سے کام نہیں لیتا چونکہ اس کا تعلق ملک الملوک سے ہے۔ اسلئے کبھی صریح الہام سے۔ کبھی خفی الہام سے اطلاع پاتا ہے۔ یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ دماغ وزیر ہے۔ وزیر مدبر ہوتے ہیں۔ اسلئے دماغ تجاویز اسباب۔ دلائل اور نتائج کے متعلق کام میں لگا رہتا ہے۔ قلب کو ان سے کام نہیں ہے۔ اس کے اندر اللہ تعالیٰ نے قوت حاسہ رکھی ہے۔ جیسے چیونٹی جہاں کوئی شیرینی رکھی ہوتی ہو فوراً اس جگہ پر پہنچ جاتی ہے حالانکہ اس کے لئے کوئی دلیل اس امر کی نہیں ہوتی کہ وہاں شیرینی ہے۔ بلکہ خدا نے اس میں ایک قوت حاسہ رکھی ہوئی ہوتی ہے۔ جو اس کی رہبری کرتی ہے اسطرح پر قلب چیونٹی کے ساتھ مناسبت ہے۔ اس میں بھی وہ قوت حاسہ موجود ہے۔ جو اس کی راہنمائی کرتی ہے اور وہ دلائل و براہین اور ترتیب مقدمات اور استخراج نتائج کی ضرورت نہیں رکھتا۔ گو یہ امر دیگر ہے کہ دماغ اس کے لئے یہ اسباب اور امور بھی بہم پہنچا دیتا ہے

قلب کے معنی ایک ظاہری اور جسمانی ہیں اور ایک روحانی ظاہری معنی تو یہی ہیں کہ پھرنے والا چونکہ دوران خون اسی سے ہوتا ہے اس لئے اس کو قلب کہتے ہیں۔ روحانی طور پر اس کے یہ معنی کہ جو ترقیات انسان کرنا چاہتا ہے۔ وہ قلب ہی کے تصرف سے ہوتی ہیں۔ جس طرح پر دوران خون جو انسانی زندگی کے لئے ایک اشد ضروری چیز ہے۔ اسی قلب سے ہوتا ہے۔ اسی طرح پر روحانی ترقیوں کا اسی کے تصرف پر انحصار ہے بعض نادان آجکل کے فلسفی بیخبر ہیں۔ وہ تمام عمدہ کاروبار کو دماغ سے ہی منسوب کرتے ہیں۔ مگر وہ اتنا نہیں جانتے کہ دماغ تو صرف دلائل و براہین کا ملکہ ہے۔ قوت متفکرہ اور حافظہ دماغ میں ہے۔ لیکن قلب میں ایک ایسی چیز ہے جس کی وجہ سے وہ سردار ہے۔ یعنی دماغ میں ایک قسم کا تکلف ہے اور قلب میں نہیں۔ بلکہ وہ بلا تکلف ہے۔ اسلئے قلب رب العرش سے ایک مناسبت رکھتا ہے۔ صرف قوت حاسہ کے ذریعہ دلائل و براہین کے بغیر پہچان جاتا ہے۔ اس لئے حدیث شریف میں آیا ہے۔ کہ **استفتی القلب** یعنی قلب سے فتویٰ پوچھ لے یہ نہیں کہا کہ دماغ سے فتویٰ پوچھ لو۔ الوہیت کی تار اسی کے ساتھ لگی ہوئی ہے۔ کوئی اس کو بعید نہ سمجھے۔ یہ بات ادق اور مشکل تو ہے۔ مگر تزکیہ نفس کرنے والے جانتے ہیں کہ یہ تکریات قلب میں موجود ہیں۔ اگر یہ قلب میں طاقتیں نہ ہوتیں تو انسان کا وجود ہی بیکار سمجھا جاتا ہے۔ صوفی اور مجاہدہ کرنے والے لوگ جو تصوف اور مجاہدات کے مشاغل میں مصروف ہوتے ہیں۔ وہ خوب جانتے ہیں کہ قلب سے روشنی اور نور کے ستون شہودی طور پر نکلتے ہوئے دیکھتے ہیں۔ اور ایک خط مستقیم میں آسمان کو جاتے ہیں۔ یہ مسئلہ بدیہی اور یقینی ہے۔ میں اس کو خاص مثال کے ذریعہ بیان نہیں کر سکتا۔ ہاں جن لوگوں کو مجاہدات کرنے پڑتے ہیں۔ یا جنھوں نے سلوک کی منزلوں کو طے کرنا چاہا ہے انھوں نے اس کو اپنے مشاہدہ اور تجربہ سے صحیح پایا ہے قلب اور عرش کے درمیان گویا باریک تار ہے۔ قلب تو جو حکم کرتا ہے اُس سے ہی لذت پاتا ہے خارجی دلائل اور براہین کا محتاج نہیں ہوتا ہے۔ بلکہ ملہم ہو کر خدا سے اندر ہی اندر باتیں پا کر فتویٰ دیتا ہے۔ ہاں یہ بات سچ ہے کہ جب تک قلب قلب رہے **لو کنا نسمع او نعقل** کا مصداق ہوتا ہے یعنی انسان پر ایک وہ زمانہ آتا ہے کہ جس میں نہ قلب نہ دماغ کی قوتیں نشو و نما پاتی ہیں۔ اور ایک ایسا زمانہ آتا ہے کہ قلب منور اور مشتعل اور روشن ہو جاتا ہے۔ جب قلب کا زمانہ آتا ہے اسوقت انسان روحانی بلوغ حاصل کرتا ہے۔ اور دماغ قلب کے تابع ہو جاتا ہے۔ اور دماغی قوتوں کو قلب کی خاصیتوں اور طاقتوں پر فوق نہیں ہوتا۔ یہ بھی یاد رہے کہ دماغی حالتوں کو موسموں سے بھی [illegible] قوتیں اور طاقتیں بڑھتی ہیں اور پھر ایک زمانہ میں

خصوصیت نہیں ہے۔ ہندو اور چوڑھے وغیرہ بھی سب کے سب ایک ہی دماغ سے کام لیتے ہیں۔ جو لوگ دنیوی معاملات اور تجارت کے کاروبار میں مصروف ہیں وہ سب کے سب دماغ سے کام لیتے ہیں۔ اُن کی دماغی قوتیں پورے طور پر نشوونما پائی ہوئی ہوتی ہیں۔ اور ہر روز نئی نئی باتیں اپنے کاروبار کے متعلق ایجاد کرتے ہیں۔ یورپ اور نئی دنیا کو دیکھو کہ یہ لوگ کس قدر دماغی قوتوں سے کام لیتے ہیں۔ اور کس قدر آئے دن نئی ایجادیں کرتے ہیں۔ قلب کا کام جب ہوتا ہے۔ جب انسان خدا کا بنتا ہے اُسوقت اندر کی ساری طاقتیں اور ریاستیں معدوم ہو کر قلب کی سلطنت ایک اقتدار اور قوت حاصل کرتی ہے تب انسان کامل انسان کہلاتا ہے۔ یہ وہی وقت ہوتا ہے جبکہ وہ نفخت فیہ من روحی کا مصداق ہوتا ہے اور ملائکہ تک اُسے سجدہ کرتے ہیں۔ اُسوقت وہ ایک نیا انسان ہوتا ہے اس کی روح پوری لذت اور سرور سے سرشار ہوتی ہے۔ یہ بات یاد رکھنی چاہیئے کہ یہ لذت ایسی لذت نہیں جیسا کہ ایک عاقبت اندیش بدکار زنا کرنے میں پاتا ہے۔ یا خوش الحانی کے شائق سرود اور خوش گلو کے گانے میں پاتا ہے۔ نہیں بلکہ اس سے دھوکہ نہ کھانا چاہیئے۔ روح کی لذت اُسوقت ملتی ہے جب انسان گداز ہو کر پانی کی طرح بہنا شروع ہوتا ہے اور خوف و خشیت سے بہہ نکلتا ہے۔ اس مقام پر وہ کلمہ بنتا ہے اور انما امرہ اذا اراد شیئا ان یقول لہ کن فیکون کا مفہوم اس میں کام کرنے لگتا ہے لوگوں نے کلمۃ اللہ کے لفظ پر جو مسیح کی نسبت آیا ہے سخت غلطی کھائی ہے اور مسیح کی کوئی خصوصیت سمجھی ہے۔ حالانکہ ایسا ہرگز نہیں ہے۔ ہر انسان جب نفسانی ظلمتوں اور گندگیوں اور تیرگیوں سے نکل آتا ہے اُسوقت وہ کلمۃ اللہ ہوتا ہے۔ یاد رکھو انسان کلمۃ اللہ ہے۔ کیونکہ اس کے اندر روح ہے۔ جس کا نام قرآن شریف میں امر ربی رکھا گیا ہے۔ لیکن انسان نادانی اور ناواقفی سے روح کی کچھ قدر نہ کرنے کے باعث اس کو انواع و اقسام کی سلاسل اور زنجیروں میں مقید کر دیتا ہے۔ اس کی روشنی اور صفائی کو خطرناک تاریکیوں اور سیاہ کاریوں کی وجہ سے اندھا اور سیاہ کر دیتا ہے۔ اور اُسے ایسا دھندلا بناتا ہے کہ پتہ بھی نہیں لگتا۔ لیکن جب توبہ کر کے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا ہے۔ اور اپنی ناپاک تاریک زندگی کی چادر اُتار دیتا ہے تو قلب منور ہونے لگتا ہے۔ اور پھر اصل مبدء کی طرف رجوع شروع ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ تقوٰے کے انتہائی درجہ پر پہنچ کر سارا میل کچیل اُتر کر پھر وہ کلمۃ اللہ ہی رہ جاتا ہے۔ یہ ایک باریک علم اور معرفت کا نکتہ ہے ہر شخص اس کی تہہ تک نہیں پہونچ سکتا۔

انسان کا کمال یہ ہے کہ اس میں حقیقی معرفت اور سچی فراست جو ایمانی فراست کہلاتی ہے۔ جس کے ساتھ (اللہ کا ایک نور ہوتا ہے جو اس کی ہر راہ میں رہنمائی کرتا ہے) پیدا ہو۔ بدوں اسکے انسان دھوکہ سے بچ نہیں سکتا اور رسم و عادت کے طور پر کبھی کبھی نہیں۔ بلکہ بسا اوقات سم قاتل بھی خوش ہو جاتا ہے۔ پنجاب اور ہندوستان کے سجادہ نشین اور گدیوں کے پیرزادے قوالوں کے گانے اور ھو حق کے نعرے مارنے اور اُلٹے سیدھے لٹکنے ہی میں اپنی معرفت اور کمال کا انتہا جانتے ہیں۔ اور ناواقف پیر پرست ان باتوں کو دیکھ کر اپنی روح کی تسلی اور اطمینان ان لوگوں کے پاس تلاش کرتے ہیں مگر غور سے دیکھو کہ یہ لوگ اگر فریب نہیں دیتے۔ تو اس میں شک نہیں ہے کہ فریب خوردہ ضرور ہیں۔ کیونکہ وہ سچا رشتہ جو عبودیت اور الوہیت کے درمیان ہے جس کے حقیقی پیوند سے ایک نور اور ایک روشنی نکلتی ہے۔ اور ایسی لذت پیدا ہوتی ہے کہ دوسری کوئی لذت اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی ہم کو ان قلابازیوں سے کچھ بھی تعلق نہیں ہم نہایت نیک نیتی کے ساتھ اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ ہماری نیت کیسی ہے۔ پوچھتے ہیں کہ اس قسم کے مشغلے عبادت الٰہی اور معرفت الٰہی کا موجب ہو سکتے ہیں اور انسانی روح کے کمال کا باعث بن سکتے ہیں۔ تو پھر بازیگروں کو معرفت کمال پر پہنچا ہوا سمجھنا چاہیئے۔ انگریزوں نے تو ان کھیلوں اور کرتبوں میں حیرت انگیز ترقیاں کی ہیں۔ اور باوجود ان ترقیوں کے اُن کی معرفت خدا کی نسبت یا تو یہ ہے کہ وہ سرے سے ہی منکر اور دہریہ ہیں۔ اور اگر اقرار بھی کیا ہے تو یہ کہ ایک ناتواں بے کس انسان کو جو ایک عورت مریم کے پیٹ سے پیدا ہوا خدا بنا لیا۔ اور ایک خدا کو چھوڑ کر تین خداؤں کے قائل ہوئے۔ جن میں سے ایک کو ملعون اور ہاویہ میں تین دن رہنے والا تجویز کیا۔

اب اے دانشمندو! سوچو! اور اے سلیم الفطرت والو! غور کرو۔ کہ اگر یہی اُلٹا سیدھا لٹکنا اور طبلہ اور سارنگی ہی کے ذریعہ خدا کی معرفت اور انسانی کمال حاصل ہو سکتا تھا۔ تو پھر کیا وجہ ہے کہ اس فن میں ماہر اور موجد انگریزوں کو جو ہر قسم کے باجے اور گانے کے سامان نکالتے ہیں۔ ایسی ٹھوکر لگی کہ یا خدا کے بالکل منکر یا تثلیث کے قائل ہو گئے۔ باوجودیکہ دنیوی امور میں ایجادات اور اختراعات میں اُن کی عقلیں ترقی پذیر سمجھی جاتی ہیں۔ اور پھر اس پر اور بھی غور کرو۔ اور سوچو! کہ اگر یہی معرفت کا ذریعہ تھا تو تھیٹروں میں ناچنے والے اور تمام ناچنے گانے والے پھر اعلےٰ درجہ کے صاحبدل اور صاحب کمال ماننے پڑیں گے!!!

افسوس ان لوگوں کو خبر ہی نہیں کہ خدا کی معرفت ہوتی کیا ہے اور انسانی کمال نام کس کا ہے؟ وہ شیطانی حصہ کی شناخت نہیں کر سکے۔ اُنھوں نے صرف چند قطرے آنسوؤں کے بہا لینا اور دو تین چیخیں مار دینا ہی روح کی تسلی اور اطمینان کا موجب سمجھ رکھا ہے۔ بسا اوقات انسان ناول پڑھتا ہے۔ جب اُس میں کسی دردناک حصہ پر پہنچتا ہے۔ باوصفیکہ جانتا ہے کہ یہ ایک فرضی کہانی اور جھوٹا قصہ ہے لیکن وہ پھر بھی وہ ضبط نہیں کر سکتا۔ اور بعض دفعہ چیخیں مار مار کر رو پڑتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ محض رونا اور چلانا بھی اپنے اندر کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔ میں نے سُنا ہے کہ ملوک چغتائیہ کے عہد سلطنت میں بعض لوگ ایسے ہوتے تھے۔ جو شرط لگا کر یقیناً رُلا دیتے تھے۔ اور ہنسا دیتے تھے۔ اب تو صریح یہ بات موجود ہے کہ طرح طرح کے ناول موجود ہیں۔ بعض ایسے ہیں کہ ان کو پڑھ کر بے اختیار ہنسی آتی ہے اور بعض ایسے ہیں کہ اُن کو پڑھ کر دل بے اختیار ہو کر دردمند ہو جاتا ہے۔ حالانکہ اُن کو یقیناً بناوٹی قصے اور فرضی کہانیاں جانتے ہیں۔

اس سے صاف معلوم ہو گیا کہ انسان دھوکہ کھاتا ہے اور یہ اُسوقت ہوتا ہے جب انسان نفسانی اغراض اور روحانی مطالب میں تمیز نہیں کرتا۔ جس قدر دنیا میں ہیں۔ اُن میں ایک بہت بڑی تعداد ایسے لوگوں کی ہے جو علامات حقیقیہ سے بے نصیب ہیں۔ اُن کے منہ سے معارف اور حقائق نہیں نکلتے پھر رُلا دیتے۔ اس کی یہ وجہ نہیں ہے کہ وہ حقائق و معارف سے پُر ہوتے ہیں جو عبودیت کے رنگ میں رنگین ہو کر الوہیت کے عظمت و جلال سے خائف اور ترساں ہو کر رو دیتے ہیں۔ بلکہ اس کی تہہ میں وہی بات ہوتی ہے جو میں نے ابھی ناولوں اور کہانیوں کے متعلق بیان کی ہے۔ وہ خود بھی نفس کی ہوا میں مبتلا ہوتے ہیں۔ اور یوں رونا کچھ فائدہ نہیں رکھتا۔

ہاں

اگر اللہ تعالیٰ کی عظمت و جبروت اور اس کی خشیت کا غلبہ دل پر ہوا۔ اور اس میں ایک رقت اور گداز پیدا ہو کر خدا کے لئے ایک قطرہ بھی آنکھ سے نکلے تو وہ یقیناً دوزخ کو حرام کر دیتا ہے۔ پس انسان اس سے دھوکہ نہ کھائے کہ میں بہت روتا ہوں۔ اس کا فائدہ بجز اس کے اور کچھ نہیں کہ آنکھ دکھنے آ جائے گی۔ اور یوں امراض چشم میں مبتلا ہو جائے گا۔

میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ خدا کے حضور اس کی خشیت سے متاثر ہو کر رونا دوزخ کو حرام کر دیتا ہے۔ لیکن یہ گریہ و بکا نصیب نہیں ہوتا۔ جب تک کہ خدا کو خدا اور اس کے رسول کو رسول اور اس کی سچی کتاب پر اطلاع نہ ہو۔ نہ صرف اطلاع بلکہ ایمان طبیب جیسے ایک مریض کو جلاب دیتا ہے اور اسکو ہلکے ہلکے دست آتے ہیں اور وہ مرض کو ضائع نہیں کرتے جب تک جگری دست نہ آویں۔ وہ اپنے ساتھ تمام مواد ردیہ اور فاسدہ کو لے کر نکلتے ہیں۔ اور ہر قسم کی عفونتیں اور زہریں جنھوں نے مریض کو اندر ہی اندر مضمحل اور مضطرب کر رکھا تھا۔ اس کے ساتھ نکل جاتے ہیں۔ اور اسکو شفا ہوتی۔ اسی طرح پر جگری آہ و بکا آستانہ الوہیت پر ہر ایک قسم کی نفسانی گندگیوں اور مفسد مواد کو لے کر نکلتا ہے۔ اور اس کو پاک و صاف بنا دیتا ہے۔ اہل اللہ کو ایک آنسو جو توبۃ النصوح کے وقت ٹپکتا ہے ہوا و ہوس کے بند اور ریاکاری اور ظلمتوں کے گرفتار ایک دریا بہا دینے سے افضل اور اعلیٰ ہے۔ کیونکہ وہ خدا کے لئے ہے۔ اور یہ خلق کے لئے یا اپنے نفس کے واسطے۔

اس بات کو کبھی اپنے دل سے محو نہ کرو کہ خدا تعالیٰ کے حضور اخلاص اور راستبازی کی قدر ہے۔ تکلف اور بناوٹ اس کے حضور کچھ کام نہیں دے سکتی۔

(باقی آئندہ)

تصحیح

الحکم ۱۴ر اکتوبر ۱۹۳۴ء ملفوظات کے صفحہ ۵ کالم تین بارھویں سطر میں بعنوان "حضرت صاحب کا فیصلہ کہ رکوع میں شمولیت سے رکعت ہوتی ہے یا نہیں" یہ الفاظ

"جو شخص باوجود اپنی کوشش کے جو وہ نماز کے ملنے کیلئے کرتا ہے آخری رکوع میں آ کر ملا ہے"

اس میں لفظ "آخری" کو "آخر" بنا کر احباب درست فرمالیں